McGill University Library
3 103 218 039 Q

ISLAMIC
BP135
H37
1920z

This is a reproduction of a book from the McGill University Library collection.

Title: al-Abvāb va at-tarājim
Author: Ḥasan Devbandī, Maḥmūd, 1851-1920
Publisher, year: Nagīnah : Maṭbaʻ-i al-Amān Akhbār, [192-?]

The pages were digitized as they were. The original book may have contained pages with poor print. Marks, notations, and other marginalia present in the original volume may also appear. For wider or heavier books, a slight curvature to the text on the inside of pages may be noticeable.

ISBN of reproduction: 978-1-77096-036-7

This reproduction is intended for personal use only, and may not be reproduced, re-published, or re-distributed commercially. For further information on permission regarding the use of this reproduction contact McGill University Library.

McGill University Library
www.mcgill.ca/library

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین

الابواب والتراجم

قطب العالم

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ العزیز کی آخری تحریر ہے جو بزمانہ اسارت مالٹہ آپ کے قلم سے نکلی تھی جس سے ذی علم حضرات سمجھ سکیں گے کہ آپ کی وفات سے خزانہ علم میں کیسی ناقابل تلافی کمی آگئی ہے

مولانا مولوی عزیز گل صاحب پشاوری کی مساعی جمیلہ اور تصحیح و اہتمام سے

مطبع اخبار مدینہ بجنور میں طبع ہوئی

کتب خانہ مطبع قاسمی دیوبند (یوپی)

Deoband
al-abvab-wa-al-tarajim
کتب خانہ انجمن ترقی اردو
KUTUB KHANA Price Rs. A.T.U. DELHI
3339361 islm

فہرست مضامین الابواب والتراجم

نبذة الاحوال	١
تمهيد اصول	٣
اصول	٥
ابواب بخاری	١٧
باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم	١٧
كتاب الايمان	٢٦
باب قول النبي صلعم بني الاسلام على خمس	٢٦
باب " " انا اعلمكم بالله	٣٠
باب من كره ان يعود في الكفر	٣١
باب تفاضل اهل الايمان	٣١
باب فان تابوا واقاموا الصلوٰة الخ	٣١
باب من قال ان الايمان هو العمل الخ	٣٢
باب اذا لم يكن الاسلام على الحقيقة	٣٣
باب كفران العشير الخ	٣٤
باب المعاصي من امر الجاهلية الخ	٣٥
باب وان طائفتان من المؤمنين الخ	٣٦
باب ظلم دون ظلم	٣٦
باب علامات المنافق	٣٧
باب تطوع قيام رمضان الخ	٣٨
باب الدين يسر الخ	٣٨
باب الصلوٰة من الايمان	٣٨
باب زيادة الايمان الخ	٣٩
باب خوف المؤمن الخ	٤٠
باب سؤال جبريل النبي صلعم الخ	٤١
باب ـــــ	٤٢
باب فضل من استبرأ لدينه	٤٤
باب اداء الخمس من الايمان	٤٤
باب ما جاء ان الاعمال بالنية الخ	٤٤
باب قول النبي صلى الله عليه وسلم الدين النصيحة	٤٥
كتاب العلم	٤٥
باب فضل العلم الخ	٤٥
باب من سئل علما الخ	٤٦
باب من رفع صوته بالعلم	٤٦
باب طرح الامام المسئلة الخ	٤٦
باب ما جاء في العلم الخ	٤٦
باب ما يذكر في المناولة الخ	٤٧
باب قول النبي صلعم رب مبلغ اوعى من سامع	٤٧
باب العلم قبل القول الخ	٤٨
باب الفهم في العلم	٤٩
باب الاغتباط في العلم	٥٠
باب ما ذكر في ذهاب موسى الخ	٥١
باب قول النبي صلعم لابن عباس الخ	٥٢
باب متى يصح سماع الصغير	٥٢
باب فضل من علم وعلم	٥٢
باب رفع العلم الخ	٥٣
باب فضل العلم	٥٣
باب الفتيا وهو واقف	٥٤
باب من اجاب الفتيا الخ	٥٤
باب تحريض النبي صلعم الخ	٥٥
باب الرحلة في المسئلة الخ	٥٥
باب التناوب في العلم الخ	٥٥
باب الغضب في الموعظة الخ	٥٥
باب من اعاد الحديث ثلاثا الخ	٥٦
باب تعليم الرجل امته الخ	٥٦
باب عظة الامام للنساء	٥٦
باب الحرص على الحديث	٥٦
باب كيف يقبض العلم الخ	٥٦
باب هل يجعل للنساء يوما على حدة	٥٧
باب من سمع شيئا فراجع حتى يعرفه	٥٧
باب ليبلغ الشاهد الغائب الخ	٥٨
باب اثم من كذب على النبي صلعم	٥٨
باب كتابة العلم	٥٨
باب العلم والعظة بالليل	٥٨
باب السمر في العلم	٥٩
باب حفظ العلم	٥٩
باب الانصات للعلماء	٦٠
باب ما يستحب للعالم الخ	
باب من سأل وهو قائم الخ	٦٠
باب السؤال والفتيا الخ	٦٠
باب قول الله تعالى وما اوتيتم من العلم الخ	٦١
باب من ترك بعض الاختيار الخ	٦١
باب من خص بالعلم قوما الخ	٦١
باب الحياء في العلم الخ	٦١
باب ذكر العلم الخ	٦٣
باب من اجاب السائل الخ	٦٤
اصول البخاري في العربي	٦٥
فهرس الابواب والتراجم	٦٨

MG3
.D418b

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبذۃ الاحوال

حامداً و مصلیاً و مسلماً

قطب العالم حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز بجرم حق گوئی بیت الحرام سے سنگینوں کے سایہ میں لاکر مالٹہ کے قلعہ میں نظربند کئے گئے اور منعم حقیقی نے آپ پر انعامات کی بارش کی اور اُن آنکھوں پر جو لایبصرون بہا کی مصداق نہیں اور اُن قلوب پر جو لایفقہون بہا سے موصوف نہیں روشن کردیا کہ سجن مالٹہ سجن یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ ہے اس طویل زمانہ نظربندی۔ اقارب و احباب۔ اہل و عیال سے دور افتادگی میں جس ثبات و استقلال کا نمونہ آپ کی ذات نے نہ صرف اپنے خدام کے سامنے بلکہ ایک عالم کے سامنے پیش کردیا اُسکو دیکھکر سلف صالحین رحمہم اللہ کے ثبات و استقلال پر تعجب نہ رہا۔

مصائب و آلام کے اِس بارش اِسے زمانہ میں کہ بڑے بڑے شجیع القلب گھبر اُٹھتے ہیں آپنے احکم الحاکمین کی ترجمانی کا حق ادا کیا یعنی اِس زمانہ اسارت میں وحی الٰہی کا وہ ترجمہ مکمل کردیا جسکو بزمانہ قیام ہندوستان شروع کردیا تھا۔ اِس اہم ذمہ داری سے فارغ ہونے کے بعد آپنے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے تراجم کے متعلق ایک یادداشت تحریر فرمائی۔ اُسوقت کہ آپ اِس یادداشت کو تحریر فرمارہے تھے آپکے پاس بخاری شریف کا ایک نسخہ تھا اور وہ بھی مطبوعہ مصر جسپر حاشیہ حل لغات۔ اِسی طرح شاید ایک دو کتابیں ترمذی شریف وغیرہ اور تھیں اِن سطور کو جنکو آج اہل علم ناظرین ملاحظہ فرماوینگے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے متفرق اوقات میں تحریر فرمایا تھا آپ اِس فرض اہم کے متعلق پوری سبکدوشی حاصل نکرنے پائے تھے یعنی جسقدر آپ تحریر فرمانا چاہتے تھے وہ حد تکمیل کو نہ پہونچا تھا کہ آپ اِس جرم بیگناہی سے آزاد کئے گئے اور ہندوستان تشریف لائے ہندوستان میں آپ کا قیام ہی کیا ہوا صرف پانچ ماہ اور بائیس یوم جن میں سے نصف سے زیادہ زمانہ اشتداد مرض کے حصہ میں آیا۔ نصف سے کم طویل طویل سفروں اور مشتاقان قدمبوسی کی تمناؤنکو پورا کرنے میں گذرا۔

سن تیرہ سو انتالیس ہجری کی اٹھارہویں ربیع الاول کو غلبہ شوق دیدار خالق میں خدام سے مفارقت اختیار کی۔ اس مفارقت کا صدمہ مسلمانوں میں سے تو ہر چھوٹے بڑے کو پہونچنا ہی لازمی تھا۔ مردم شناس غیر مسلموں کو بھی اس وفات نے خون کے آنسو رلا دئے۔

باقی رہی یہ بات کہ میں کس حالت میں ہوں اسکے لئے فقط اسقدر کافی ہی کہ ؎

حال من در ہجر حضرت کمتر از یعقوب نیست　　او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ ام

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی آخری تحریر تراجم بخاری کے متعلق تھی جسکو اس خیال سے کہ آپکا فیض علمی تا قیام قیامت جاری رہے شائع کیا جاتا ہی۔ عدم مساعدت مشیت ایزدی کی وجہ سے اگرچہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ اُن تمام علمی لآلی و جواہر کو کاغذ کی سطح پر نہ رکھ سکے ہوں جنکا آپنے ارادہ کر لیا تھا لیکن بحالت موجودہ بھی یہ گنجینہ گرانمایہ آنکھوں پر رکھنے کے قابل ہی۔ ارباب نظر اور اصحاب علم اس مختصر سی تحریر سے جو فوائد حاصل کرینگے اُن سے خود ہی واقف ہو جاوینگے۔

دُعا ہی کہ خداوند عالم اس تحریر کو مقبولیت عامہ عطا فرماوے۔

حسین احمد مہاجر مدنی
مقیم کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم لا سھل الا ما جعلتہ سھلا وانت تجعل الحزن اذا شئت سھلا
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا
محمد وعلی الہ وصحبہ وسلم

وقت آن شیریں قلندر خوش کہ در اطوار سیر | ذکر تسبیح ملک در حلقۂ زنار داشت

اصول

امابعد بندہ ظلوم وجہول ارباب فہم وانصاف کی خدمت میں ملتمس ہے کچھ عرصہ سے رغبت قلبی اور بعض مکرمین مخلصین کا ارشاد متقاضی تھا کہ تراجم اصح الکتب بعد کتاب اللہ العظیم کے متعلق بنام خدا خامہ فرسائی اور تقدیر آزمائی کروں جو سلفا اور خلفا مطمح افکار اور محل انظار اکابر علما رہے ہیں۔ اور انہیں تراجم کو امیر المومنین فی الحدیث کی تمام عمر کی کمائی اور اصح الکتب کا ایک بڑا رکن بتلایا جاتا ہے۔ اس مبارک اور مقدس کتاب کی جو مبسوط اور مختصر اور متوسط شروح لکھی گئی ہیں اسمیں شک نہیں کہ انکی نظیر نایاب ہے۔ اور اہل اسلام کے حق میں مایۂ افتخار جزاہم اللہ عنا احسن الجزاء وافضل الجزاء۔ مگر ہجوم تحقیقات علمیہ تفسیر وحدیث وفقہ وکلام واسماء الرجال و لغت وغیرہ میں حضرات اکابر کو اتنی گنجائش نہیں ملی کہ تراجم کی تحقیق میں زیادہ توجہ اور غور

فرمادیں اور بالاستقلال اس خدمت کو انجام دی گئیں۔ اسلئے حضرات اکابر نے قدر ضرورت پر
اکتفا غالبًا مناسب سمجھا اور اگر کسی نے ایسا کیا ہو تو ہم اسوقت تک اُس سے محروم رہے۔
بالجملہ شروح موجودہ میں جو تراجم کے متعلق تحریر فرمایا ہو وہ ہم لوگوں کو کافی نہیں بیشک اسکی
حاجت ہے کہ کوئی ایسا شخص جو اس خدمت کو انجام دیسکے غور کامل اور جد وجہد تام سے اسکو
بالاستقلال انجام دینے میں کوشش کرے اور محققین اکابر کی شروح موجودہ میں غور کرکے جو بات
اقرب اور احق بالقبول ہو اُسکو اختیار کرے لیکن اپنی حالت جو سب کو معلوم ہو وہ ہرگز اس
قابل نہیں کہ اس مہتم بالشان خدمت کو کسی ادنے درجہ میں بھی کامیاب ہو سکے محض شوق قلبی
سے کیا کام چلتا ہو اسلئے اسوقت تک بجز تحیر وتردد کچھ نہو سکا حسن اتفاق سے حجۃ اللہ علی العٰلمین
حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل مختصر رسالہ اسکے متعلق حیدرآباد سے شائع
ہوا اُسکو دیکھکر اُمید مردہ میں جان محسوس ہونے لگی اور سودائے خام پکنا شروع ہوا اُس کے
مطالعہ سے یہ بات تو خوب دلنشین ہوگئی کہ مؤلف رحمہ اللہ کے بہت سے خبایا اسوقت تک
زوایا میں مخفی ہیں رسالہ نہایت عجیب ہے مگر بوجہ اجمال و اختصار اُس سے پورا نفع اُٹھانا دشوار
ضرور ہی مگر شوق دیرینہ نے سب دشواریوں سے قطع نظر کرکے اس کام کا تہیہ کرا دیا مگر اپنی درماندگی
اور بیچارگی چونکہ ایسی نہیں کہ اُس سے قطع نظر ہو سکے اسلئے مجبورًا یہ صورت نکالی کہ چند اہل علم
فہیم ولائق کو منتخب کرکے اُنکی شرکت سے یہ خدمت حتی الوسع پوری کیجاوے حسبنا اللہ ونعم
الوکیل اب ہم جو کچھ کرینگے وہ حضرات اکابر ہی کی تحقیقات سے مستنبط ہوگا البتہ حسب الموقع
جو امر جدید یا زائد سمجھ میں آئیگا وہ بھی ضرور عرض کیا جاویگا اگر اُس میں خطا ہو تو اسکی وجہ بتلانے
کی ہرگز ضرورت نہیں ہم خود اسکی وجہ موجود ہیں جسکا جی چاہے دیکھ لے اور اگر صواب ہو تو
اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرات اکابر رحمہم اللہ کی برکت ہی۔ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم

واللہ الموفق والمعین۔

سب سے اوّل ہم اُن اصول کو بیان کرنا چاہتے ہیں جنکی رعایت مؤلف رحمہ اللہ نے تراجم میں ملحوظ رکھی ہے۔ اور جزئیات کتاب میں وہی کارآمد ہیں۔

چونکہ یہ امر معلوم ہے کہ حضرت مؤلف نے اُن اصول کو بالاستقلال ضبط فرما کر کسی کو نہیں دیا بلکہ محققین علمانے خود تراجم سے علی الفور یا بعد الغور استنباط فرمایا ہے اور اسی لئے وہ اصول ہمیشہ لیکن ہر آنکہ یافت مزیدی بر آن نمود کا مصداق رہے ہیں تو اب یہ امر ظاہر ہو گیا کہ اب بھی اگر کوئی شخص کوئی بات معقول بعد غور اصول میں ایسی بڑھاوے جو تطبیق وغیرہ اغراض مؤلف میں مفید اور کارآمد ہو تو وہ بات مسلم اور لائق قدر ہوگی۔ قابل انکار ہرگز نہوگی ولا تنظر والی من قال فنقول وبہ نستعین۔

اصول

(۱) مؤلف رحمہ اللہ بسا اوقات جملۂ مذکورۂ فی الحدیث کو یا کسی قول اور عبارت کو ترجمہ بناتا ہے مگر اُسکا مدلول صریحی مطابقی مقصود نہیں ہوتا بلکہ اُسکا مدلول التزامی اور ثابت بالاشارہ مؤلف کو مقصود ہوتا ہے اسلئے جو دلیل بیان کریگا اُس غرض مخفی کے مطابق ہوگی ظاہر ترجمہ کے مطابق ہونا کچھ ضرور نہیں جو ظاہر ترجمہ کو مقصود سمجھے گا اُسکو بہت دقّت اور تکلف کے بعد بھی قابل قبول تطبیق دینا میسّر نہوگا۔ دیکھ لیجیے مؤلف نے شروع کتاب ہی میں باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اور اسکے بعد چھ حدیثیں اس باب میں ذکر فرمائیں بعض میں تو وحی کا بھی ذکر نہیں اور بدء وحی سے تو اکثر خالی ہیں صرف ایک حدیث حرا میں ابتداء وحی کا ذکر ہے اسلئے بعض حضرات نے تو صاف فرما دیا اِنَّ کثیرًا من

احادیث الباب لا یتعلق الا بالوحی لا ببدء الوحی فکیف جعل لترجمۃ باب بدء الوحی - اور اکثر حضرات نے تاویلات مختلفہ فرماکر مطابقۃ میں عرق ریزی کی جو شروح میں بالتفصیل موجود ہیں مگر انصاف یہ ہی کہ کوئی محقق امر قابل تسکین مؤلف رحمہ اللہ کی شان کے موافق نظر نہیں آتا جسکی وجہ سے تمام احادیث کا بے تردد ترجمہ کے مطابق ہونا دلنشین ہوجاوے جب شروع ہی ایسا ہی تو آیندہ کیا ہوگا ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا. مگر احادیث مذکورہ فی الباب میں غور کرنے سے اور حضرت شاہ صاحب وغیرہ کے بعض ارشادات سے یہ معلوم ہوا کہ مؤلف کی غرض اصلی بدء وحی کا بیان کرنا نہیں بلکہ وحی کی عظمت اور اسکا خطا وغلط وسہو سے منزہ ہونا اور واجب الاتباع اور ضروری التسلیم ہونا بتلانا منظور ہی جو ابتداء کتاب میں مفید اور مناسب ہے اور وحی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل ہی اور مبدأ بھی عام ہی زمانہ ہو یا مکان اخلاق ہوں یا حالات غرض وحی کی جملہ مبادی مراد ہیں - اب اسکے بعد جملہ احادیث اور ترجمہ میں مطابقت بلا تکلف نظر آتی ہی جب اسکا موقع آئیگا انشاء اللہ بالتفصیل بھی عرض کردینگے - بالجملہ غرض مؤلف کا سمجھنا اہم اور ضروری ہی بہت مواقع میں مفید و کارآمد ہی

(۳) یہ امر مسلم ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ تمام اپنی کتاب میں نہ حدیث مکرر لائیگا نہ ترجمہ اور اگر ایسا ہوگا تو وہ سہو سمجھا جائیگا - مگر ترجمہ کی تکرار کے یہ معنی ہیں کہ مطلوب اور غرض دونوں جگہ ایک ہو یہ مطلب نہیں کہ الفاظ ایک ہوں - دیکھئے کتاب العلم میں **باب فضل العلم** دو جگہ موجود ہی اسکے متعلق جملہ حضرات اکابر یہی فرماتے ہیں کہ فضل سے ایک جگہ جو مراد ہی دوسری جگہ وہ مراد نہیں اسلئے تکرار نہیں ہوا - لیکن یہ ہی تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ جہاں غرض ایک ہوگی وہاں ایک دو لفظ کے بدل جانے سے تکرار زائل نہوگا تاوقتیکہ مطلوب دوسرا نہوگا اعتراض تکرار باقی رہیگا صرف لفظوں کا تغیر مفید نہوگا - مثلاً شروع کتاب میں باب کیف کان

بدء الوحی الی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم فرمایا اور کتاب فضائل القرآن میں جاکر
باب کیف نزول الوحی واوّل ما نزل فرمایا تو صرف بعض الفاظ کے تغیر سے کچھ نہو گا
بلکہ ضرور ہی کہ ہر ایک ترجمہ کی غرض اور مقصود کو جدا جدا کر کے بتلایا جاوے۔

(۳) یہ ظاہر ہی کہ ترجمۃ الباب مدعا اور حدیث اسکے لئے دلیل ہوتی ہی مگر مؤلف رحمہ اللہ
نے متعدد باب میں ایسا کیا ہی کہ ترجمہ میں کوئی قید یا کسی امر کی تفصیل ایسی بڑھا دی ہی جسکا
حدیث باب میں پتہ نہیں تو وہاں عدم تطبیق کا خلجان ضرور دقت میں ڈالتا ہی کہ اس دلیل
مطلق یا مجمل سے یہ مقید یا مفصل مدعا کیسے ثابت ہو گیا بجز اسکے کہ مؤلف پر عدم تطبیق
کا اعتراض کیا جاوے یا تکلف کر کے لاچار کوئی تاویل تلاش کیجاوے اور کیا ہو سکتا ہی۔
چنانچہ شروح میں اسکی نظائر موجود ہیں مگر حقیقت الامر جیسا کہ محقق علامہ سندھی نے بھی
بیان فرمایا ہی یہ ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ کے جملہ تراجم اسمیں منحصر نہیں کہ حدیث باب انکے لئے
دلیل ہو بلکہ بعض تراجم ایسے بھی ہیں کہ انکو حدیث باب کیلئے شرح اور بیان کہنا چاہئے۔
چونکہ حدیث مذکور میں کوئی اجمال یا اطلاق ایسا تھا کہ جس سے مغالطہ کا احتمال تھا تو مؤلف
نے اور احادیث اور دلائل سے اس اطلاق کو ترجمہ میں زائل فرما کر حدیث کا مطلب تحقیقی
ظاہر فرما دیا یا یوں کہو کہ ادلہ چونکہ متعارض نظر آئیں تو مؤلف نے اسکی تطبیق کی ضرورت سے
ترجمہ میں قید زائد فرمائی۔ مثلاً ابواب الحیض میں باب الصفرۃ والکدرۃ فی غیر ایام
الحیض منعقد فرما کر حدیث ام عطیہ لا نعد الکدرۃ والصفرۃ شیئا ذکر فرمائی جس میں
مؤلف نے جو ترجمہ میں فی غیر ایام الحیض کی قید بڑھائی تھی اسکا پتہ بھی نہیں مگر مؤلف نے
اور احادیث اور دلائل کی وجہ سے یہ قید بڑھا کر مطلب صحیح اور واقعی بتلا دیا یا یوں کہو کہ
ام عطیہ کے اس ارشاد اور حضرت صدیقہ کے ارشاد لا تعجلن حتی ترین القصۃ البیضاء

میں صریح تخالف تھا مؤلف کی قید سے دونوں میں موافقت ہوگئی فللّٰہ درّہ ثم للّٰہ درّہ۔

(۴) بسا اوقات ترجمہ کے لئے ایک معنی ظاہر ہوتے ہیں اور دوسرے معنی غیر ظاہر ایسے مواقع میں اکثر حضرات ناظرین بمجرد نظر معنی ظاہری متعین فرما لیتے ہیں اور مؤلف رحمہ اللہ کی مراد دوسرے معنی ہیں اسلئے احادیث باب کا انطباق دشوار ہوجاتا ہے جسکا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو اوپر مذکور ہوا اکثر تو مؤلف پر عدم انطباق کا شبہ کرتے ہیں اور بعضی تاویلات بعیدہ سے تطابق میں جد وجہد فرماتے ہیں مثلاً باب ما یقول بعد التکبیر منعقد فرماکر تین حدیثیں بیان فرمائیں جن میں ایک روایۃ صلوۃ کسوف کی بھی ہے اور ترجمہ سے اسکو تعلق نہیں معلوم ہوتا اسلئے بعض شارحین نے تو تاویلات سے مطابقت میں سعی فرمائی اور بعض محققین نے اُن تاویلات کو رد کردیا اور قابل قبول نہیں سمجھا لیکن اس دشواری کا منشا صرف یہ امر ہے کہ ترجمہ کے معنی حسب الظاہر یہ لئے گئے کہ تعیین دعا مؤلف کی مراد ہے حالانکہ احادیث باب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کی مراد توسع فی الدعاء ہے یعنی دعا میں توسع ہے پڑھو یا مت پڑھو متصلاً پڑھو یا منفصلاً اور جو دعا چاہو پڑھو اب تینوں حدیثیں ترجمہ کے موافق ہیں علیٰ ہذا القیاس دفعہ دوم میں یہ گذر چکا کہ باب فضل العلم دو جگہ مذکور ہے مگر چونکہ فضل العلم کے دو معنی ہیں ایک ظاہر دوسرے غیر ظاہر مؤلف رحمہ اللہ نے اوّل باعتبار اول اور ثانی باعتبار ثانی فضل العلم کو ترجمہ بنایا اگر جو کوئی دونوں جگہ معنی ظاہری ہی مراد لیگا تو وہ ضرور تکرار ترجمہ کا اعتراض مؤلف پر کریگا جو حقیقت میں اُسپر اعتراض ہے مؤلف پر نہیں

(۵) کبھی یہ ہوتا ہے کہ ترجمہ کے معنی مؤلف کے نزدیک بھی وہی مراد ہوتے ہیں جو بحسب الظاہر ہمنے سمجھے لیکن تطبیق حدیث میں کوئی دشواری اور دقت ہوتی ہے جس سے ہم غافل ہیں اور اس غفلت کے باعث مؤلف پر اعتراض کیا جاتا ہے یا تکلفات غیر مقبولہ کی نوبت

آتی ہی مثلاً باب ما یذکر فی الفخذ منعقد فرما کر فخذ کی عورۃ ہونیکی اور عورۃ نہونیکی دلائل ذکر فرمائیں اور عورۃ نہونیکے دلائل میں زید بن ثابت کا ارشاد وفخذہ علی فخذی بھی ذکر کیا مگر اِس سے ثبوت مدعا بالکل غیر ظاہر ہی جو حضرات اصل بات سمجھ گئے اِنہوں نے بے تکلف تطبیق کی وجہ ظاہر کردی بعضوں نے محض تکلف سے کام لیا اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جاویگا۔

(۶) بعض مواقع میں مؤلف رحمہ اللہ حدیث ذکر کرتا ہی جس میں ترجمہ کی نسبتہ کچھ مذکور نہیں ہوتا مگر کسی دوسرے باب میں جاکر جو اسی حدیث کو لاتا ہے اُس میں صریح ایسا لفظ موجود ہوتا ہے جو سابق الذکر ترجمے کے مطابق ہوتا ہے جو اس سے بیخبر ہوتا ہی اُس کو بمجبوری تکلفات باردہ کی نوبت آتی ہی اوائل کتاب میں مؤلف نے باب السمر فی العلم کی ذیل میں حضرت ابن عباس کی روایت بت فی بیت خالتی میمونۃ الخ نقل فرمائی اُس میں سمر کا ذکر نہیں شراح رحمہم اللہ نے مجبور ہو کر تاویلات نکالیں مگر سب بعید محقق ابن حجر رحمہ اللہ نے غور و تلاش کے بعد دور جاکر کتاب التفسیر میں ایک روایت ایسی نکالی جسمیں فتحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اھلہ ساعۃ ثم رقد صاف موجود ہی والحمد للہ وجزاہ خیرا۔

اور کبھی یہ ہوتا ہی کہ جس حدیث میں لفظ مطابق ترجمہ مذکور ہی وہ مؤلف رحمہ اللہ کی شرائط کے مطابق نہیں گو صحیح اور معتبر ہی اسلئے مؤلف تمام کتاب میں اسکا ذکر نہیں کرتا اُسکا پتہ وہی چلا سکتا ہی جو کتب حدیث کا تتبع کرے اور طریقۂ تاویل سے جو بظاہر سہل اور مختصر نظر آتا ہی اُس سے بچنے میں کوشش کرے۔ ہماری تمام معروضات سے جو ہمنے یہاں تک عرض کئے اور انکے علاوہ امور کثیرہ سے جگہ جگہ بالبداہتہ معلوم ہوتا ہی کہ امیر المومنین فی الحدیث رضی اللہ

کا مطمح نظر یہ ہی کہ جیسے میں نے اسکی تالیف اور تنقیح میں سالہا سال جد وجہد کی ہی اور علما بھی اپنی اپنی وسعت کے موافق اُسکے سمجھنے اور حل کرنے میں پوری توجہ مبذول کریں انہیں وجوہ سے علما نے فرمایا کہ خواص کے لئے صحیح بخاری سب سے انفع ہی اور باوجود طوالت و مشکلات اکابر علما نے جسقدر توجہ اس مبارک کتاب کی خدمت کی طرف مصروف فرمائی وہ بے نظیر ہی۔ فجزاہُ اللهُ وایاھُمْ عنا احسن الجزاء۔

(۷) مؤلف رحمہ اللہ اکثر مواقع میں ترجمۃ الباب کے ساتھ آثار صحابہ اور اقوال تابعین بھی قبل ذکر الحدیث نقل کر دیتا ہی سو اُسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ آثار ترجمہ کیلئے دلیل ہوں اور یہ ظاہر ہی دوسرے یہ کہ آثار دلیل تو نہیں ہیں مگر صرف ادنے مناسبت سے بغرض تکثیر فائدہ ذکر کر دیئے جاتے ہیں الشئ بالشئ یذکر اکثر علما اُنکو دلائل میں منحصر سمجھکر تکلفات بارده جگہ جگہ کرتے ہیں یا مؤلف پر بحالت مجبوری اعتراضات کی نوبت آتی ہی صرح بہ العلامہ السندھی وغیرہ۔

(۸) بعض اوقات مؤلف رحمہ اللہ صرف لفظ باب ذکر فرماکر اُسکے بعد حدیث مسند بیان کر دیتا ہی ترجمہ کچھ ذکر نہیں کرتا شراح رحمہم اللہ اُسکے متعلق چند احتمالات ذکر فرماتے ہیں جو ناظرین کو معلوم ہیں مگر غور اور تفتیش کے بعد راجح یہ ہی کہ ترجمہ نہ خطاءً چھوڑا ہی اور نہ سہوًا اور نہ اس ارادہ سے کہ دوسرے وقت کوئی ترجمہ مناسب مقام استنباط کرکے قائم کرونگا بلکہ بالقصد ترجمہ ترک کیا ہی اور یہی مقصود ہی اور اس ترک کی دو وجہ ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ باب اپنے سے سابق باب کے ساتھ مربوط ہو اور اُس سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہو جسکو حضرات علما کالفصل من الباب السابق سے تعبیر فرماتے ہیں اور حضرات محدثین اپنی تالیفات میں باب منہ فرما جاتے ہیں مگر یہ ملحوظ رہے کہ مؤلف وسیع الخیال کے نزدیک تعلق کا احاطہ بھی وسیع ہی۔

دوسرے یہ کہ بعض مقامات میں مؤلف بغرض تشحیذ اذہان اور ایقاظ طبائع ایسا کرتا ہی اور غرض یہ ہوتی ہی کہ اس حدیث سے ناظرین اہل فہم بھی کوئی حکم استنباط کریں۔ باقی یہ امر بدیہی ہی کہ کیف ما اتفق کسی حکم کا اخراج کافی نہوگا۔ بلکہ دو باتوں کا لحاظ ضروری ہی اوّل یہ کہ مؤلف نے اس حدیث سے جو حکم یا احکام نکالے ہوں اُنکے ماسوا ہونا چاہیئے دوسرے جن ابواب کے ذیل میں یہ باب بلا ترجمہ مذکور ہی اُنہیں کے مناسب کوئی ترجمہ استخراج کیا جاوے۔ چونکہ یہ امر مؤلف کی شان اور طرز دونوں کے مناسب ہے اسلئے ہمکو بھی چاہیئے کہ جب کوئی باب بلا ترجمہ دیکھیں تو اوّل دیکھ لیں کہ باب سابق کے ساتھ اُسکو کسی قسم کا تعلق ہی یا نہیں اگر ہی تو فبہا ترجمہ سابق اُسکے لئے کافی ہی اور اگر مربوط نہیں تو ہر دو قید مذکورۂ بالا کو پیش نظر رکھکر ترجمہ جدید کی فکر ضروری ہی۔ احتمالات مخفیہ بعیدہ سے یہ امر بہمہ وجوہ مناسب اور مفید ہی۔ جسقدر ابواب بلا ترجمہ مؤلف نے ذکر فرمائے ہیں باوجود کثرت سب اُنہیں دو صورتوں معروضہ میں منحصر معلوم ہوتے ہیں لیکن بعض مواقع میں تامل صادق کی حاجت ضرور ہی۔ تقدیر سے اگر ایک دو باب تمام کتاب میں ایسا نظر آوے کہ کسی صورت میں داخل نہو سکے تو مقتضائے فہم و انصاف یہ ہی کہ ہم اُسکو اپنے قصور فہم پر حمل کریں اور جسکو اس سے استنکاف ہو۔ غایۃ ما فی الباب وہ کسی کی سہو و خطا پر محمول فرما کر تمام کتاب میں دو یا چار جگہ اپنا دل خوش کر لیں جو دفعیۂ چشم بد کیلئے بھی مناسب ہے بالجملہ حالت مجبوری کو مستثنےٰ کرکے ایسے ابواب کو انہیں دو صورتوں میں داخل رکھا جاوے گو کسی قدر تکلف بھی کہیں کرنا پڑے کیونکہ یہ امر معلوم اور مسلم ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ متعدد مواقع میں دور کی مشابہت اور مناسبت سے بھی اپنا مدعا ثابت کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔

بعض ابواب ایسے بھی ہیں کہ وہاں دونوں احتمال مجتمع معلوم ہوتے ہیں یعنی باب سابق سے بھی ربط ہی اور جدید ترجمہ بھی بے تکلف مناسب ہے یا تراجم جدیدہ متعددہ وہاں چسپاں معلوم ہوتے ہیں

سو ایسے مواقع کے دیکھنے سے یہی امر راجح معلوم ہوتا ہی کہ مولف علام کو تکثیر فوائد بھی ترک ترجمہ پر باعث ہوتی ہی اور تجدید فائدہ کے اندیشہ سے کوئی ترجمہ معین نہیں فرماتا۔

کبھی باب سابق یا ابواب سابقہ میں کوئی خلجان یا اشکال ہوتا ہی اُسکے ازالہ کے لئے باب بلا ترجمہ ذکر کرکے ایسی حدیث بیان کرتا ہی جس سے خلجان مذکور دفع ہو جاتا ہی۔ بعض جگہ کسی احتیاط یا کسی اندیشہ کی وجہ سے ترجمہ کی تصریح مناسب نہیں سمجھتا۔

(۹) مواقع کثیرہ میں باب کے ساتھ صرف ترجمہ مذکور ہی مگر حدیث مسند کا ذکر نہیں ہم اُن کو تراجم مجردہ سے تعبیر کرینگے۔ اِنکے متعلق بھی شراح محققین نے چند احتمال ذکر فرمائے ہیں اور جہاں ترجمہ مجرد آتا ہی وہاں اُنہیں احتمالات سے کام لیتے ہیں مگر ہمارے نزدیک بعد غور اُن میں تفصیل احق بالقبول نظر آتی ہی اسلئے عرض ہی کہ تراجم مجردہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ جنکے ماتحت گو حدیث مسند مذکور نہیں مگر ترجمہ کے ذیل میں آیت یا حدیث یا کسی کا قول مذکور ہی اُن کا نام ہم تراجم مجردہ غیر محضہ رکھے لیتے ہیں اور اسکے نظائر کتاب میں کثرت موجود ہیں۔ دوسرے وہ کہ محض ترجمہ منعقد کرکے اُسکے بعد اور کچھ مذکور نہیں یعنی جیسے ترجمہ کیلئے حدیث مسند مذکور نہیں ایسے ہی ترجمہ کے ذیل میں بھی کوئی آیت یا حدیث یا اثر داخل نہیں صرف دعوے کے سوا کوئی چیز موجود نہیں انکا نام ہم تراجم مجردہ محضہ مناسب سمجھتے ہیں اور اسکے نظائر بہت کم ہیں قسم ثانی یعنی تراجم مجردہ محضہ میں کچھ ابواب ایسے بھی ہیں کہ اُن میں مولف رحمہ اللہ نے نفس آیات کو ترجمہ بنایا ہی تو اب تراجم مجردہ کی تین صورتیں ہو گئیں۔ اول تراجم مجردہ غیر محضہ۔ دوسرے تراجم مجردہ محضہ جنمیں آیات کو ترجمہ بنایا ہی اُنکا نام تراجم محضہ صوریہ مناسب ہے تیسرے تراجم مجردہ محضہ جنمیں مولف نے اپنے قول کو ترجمہ بنایا ہی اُنکا نام تراجم محضہ حقیقیہ رکھیے اِس تفصیل کے بعد عرض ہی کہ قسم اول یعنی

تراجم مجردہ غیر محضہ میں تو چونکہ آیت یا حدیث یا قول مسند قابل احتجاج کو ترجمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے جو کہ اثبات دعوے کے لئے بالکل کافی ہیں تو ظاہر ہے کہ مؤلف کے ثبوت دعوے میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں جسکی وجہ سے کسی دوسری دلیل کالانا ضروری سمجھا جاوے۔ دلائل مذکورہ پر مؤلف کا قناعت کرنا کسی طرح موجب خلجان نہیں ہو سکتا۔
ایسی ہی قسم ثانی یعنی تراجم محضہ صوریہ میں اگرچہ ظاہر میں ترجمہ کے ساتھ کوئی دلیل مذکور نہیں مگر خود ترجمہ چونکہ آیت قرآنی ہی جو کہ دلیل فوق جمیع الادلہ ہی تو ظاہر ہی کہ اُسکو اپنے ثبوت میں کسی دلیل کی حاجت نہیں ظاہر نظر میں محض ترجمہ نظر آتا ہی اور حقیقت میں وہ دعوے دلیلہا نفسہا کا مصداق ہی اسلئے اس قسم کے تراجم کا حال بھی بے تکلف ادر بطریق اولیٰ وہی ہونا چاہیے جو قسم اوّل کا مذکور ہوا ان دونوں قسموں میں مؤلف کے دعوے کو بلا دلیل خیال کرنا دعوے مخالف دلیل ہی۔
باقی یہ امر کہ ان دونوں قسموں میں مؤلف حدیث مسند حسب عادت مستمرہ کیوں نہیں لایا صرف آیت وغیرہ پر قناعت کیوں کی سو اسکی وجہ یا یہ ہوتی ہی کہ شرائط مؤلف کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی یا حدیث ایسی موجود ہی مگر چونکہ دوسرے موقع میں مذکور ہی اسلئے بوجہ لزوم تکرار یہاں ذکر نہیں کرتا یا تمرین وتشحیذ منظور ہی۔
اب باقی رہگئی تیسری صورت یعنی تراجم محضہ حقیقیہ کہ نہ اُنکے ساتھ کوئی دلیل مذکور ہی اور نہ وہ خود حجت اور دلیل شمار ہو سکتی ہیں اور اسلئے وہ محض دعویٰ بلا دلیل نظر آتے ہیں سو اُنکے متعلق یہ عرض ہی کہ مکرر ورق گردانی کے بعد بھی ایسے تراجم ہمکو بہت کم ملے جنکا عدد دس تک بھی نہیں پہنچتا اور ہماری قصور نظر کے احتمال اور اختلاف نسخ کی بناپر غایۃ مافی الباب اس عدد میں قدرے زیادتی بھی ممکن ہی مگر ایسی ہی کمی بھی ممکن ہی سو ان تراجم قلیلہ

ہیں اکثر تو ایسے ہیں کہ باب سابق میں یا لاحق میں اُنکے مطابق صریح حدیث مسند مذکور
ہی کل دو یا تین باب ایسے ہیں کہ گو اُنکے آس پاس کے ابواب میں بھی حدیث مطابق نظر نہیں
آتی مگر ابواب بعیدہ میں اُنکے مطابق حدیث موجود ہی ان سب باتوں پر نظر ڈالنے کے بعد
راجح یہی معلوم ہوتا ہی کہ مؤلف نے اِن مواقع میں بھی تراجم محضہ پر بالقصد قناعت کی
ہی اور بوجہ احتراز عن التکرار یا بغرض تشحیذ اذہان یا بہر دو وجہ اُن احادیث کو اثبات مدعا
کے لئے کافی سمجھا جو ابواب متصلہ یا بعیدہ میں مذکور ہیں هذا ما عندنا من التفصیل
واللہ اعلم بالصواب و مراد العباد۔

(۱۰) بعض مواقع میں مؤلف رحمہ اللہ ایک مدعا کو مکرر تراجم اور ابواب میں ثابت
فرماتا ہی اور اسکی مختلف صورتیں ہیں مثلاً اُن میں اجمال ہوتا ہی دوسرے باب میں تشریح
کر دیتا ہی کبھی اول میں حدیث مسند کے ماسوا کسی دلیل سے ثابت کر جاتا ہی دوسرے
باب میں حدیث مسند سے ثابت کر دیتا ہی کبھی تراجم میں تعدد ہوتا ہی مگر مدعا اُن سے
ایک ہوتا ہی کبھی ایسا بھی کرتا ہی کہ ترجمہ کے لئے جو حدیث لاتا ہی اُس سے ثبوت مدعا میں
کوئی کوتاہی یا کمی نظر آتی ہی اُسکے بعد دوسرے باب میں جو حدیث لاتا ہی اُس سے کوتاہی
اور کمی سابق کی بھی مکافات ہو جاتی ہی۔ کبھی ایک ترجمہ کے اثبات کے لئے حدیث مسند
بیان کرتا ہی جس سے اس ترجمہ کے علاوہ دوسرا ترجمہ مناسب مقام بھی ثابت ہوتا ہو اُسکے
بعد اُس دوسرے ترجمہ کو منعقد فرما کر حدیث نہیں ذکر کرتا پہلی حدیث پر بس کرتا ہی جو غور نہیں کرتا
وہ کہتا ہی کہ امام بخاری رحمہ اللہ کسی وجہ سے حدیث نہیں لا سکا حالانکہ بخاری رحمہ اللہ
پہلے ہی فارغ ہو چکا ہی۔ کما فصلناہ فی التراجم المجردہ۔

کبھی ترجمہ میں چند امور مذکور ہوتے ہیں مگر حدیث میں صرف بعض کا ذکر ہوتا ہی تو

ایسی حالت میں کہیں تو ترجمہ کے ذیل میں آثار و اقوال سے اُسکی مکافات کر جاتا ہی
اور کبھی یوں معلوم ہوتا ہی کہ قیاس پر حوالہ منظور ہوتا ہی۔
بہت مواقع میں ترجمہ میں ایک لفظ مجمل و مبہم ایسا لاتا ہی کہ شراح بھی اُسکی تعیین
و تفصیل میں مختلف ہو جاتی ہیں ایسی صورت میں وہ احتمال راجح ہونا چاہیے جو مناسب
مقام زیادہ ہو اور جسمیں مؤلف پر کوئی خدشہ عائد نہو۔ اگر دونوں مساوی ہوں تو ہم سمجھینگے
کہ مؤلف کی مراد دونوں ہیں اور اسی لئے ایسا لفظ اختیار کیا ہی۔
(۱۱) بہت جگہ ایسے ترجمے نظر آتے ہیں کہ جنکے بیان کرنیکی حاجت معلوم نہیں ہوتی
سو اُسکی چند وجہ ہیں ایک یہ کہ کسی قول قائل کے رد کی طرف اشارہ ہوتا ہی جیسا کہ حضرت
شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق کے کسی قول
کی تردید کی طرف مؤلف نے بہت جگہ اشارہ کیا ہی جسکا پتہ اُن کتابوں کے تفحص سے معلوم
ہو سکتا ہی۔ دوسرے یہ کہ بعض مواقع میں کسی خدشہ کا احتمال ہوتا ہی یا کسی روایت کے تخالف
اور تضاد کی طرف وہم جاتا ہی اُسکے انسداد کے لئے مؤلف ایسا کرتا ہی۔ تیسرے یہ کہ جواز و
اباحت کے بیان کرنیکی گو حاجت نہو مگر سنیت و استحباب کا اثبات منظور ہو جو قول و فعل شارع
پر موقوف ہے اور حکم قیاسی اور مستنبط کو منصوص کر دینا دیکھو کتنا انفع اور اہم ہی۔
(۱۲) کبھی مؤلف رحمہ اللہ ایک ترجمہ منعقد کرتا ہی جو اُسکو مقصود ہی مگر روایات میں بعینہ
اُسکی دلیل نہیں ملتی یا دلیل میں قلت اور تنگی ہی یا کوئی خلجان ہی۔ اسلئے ترجمہ کے بعد
اسکے مناسب دوسرا ترجمہ بیان کر دیتا ہی جسکے دلائل بعینہ صریح موجود ہیں اور ترجمہ ثانی کے
مطابق روایت ذکر کرتا ہی۔ اور مقصود اس روایت سے ترجمہ اولی کا اثبات ہوتا ہی جو
مقصود ہی ترجمہ ثانی صرف استدلال میں وسعت اور سہولت پیدا کرنیکو لاتا ہی۔

(۱۳) کبھی ترجمہ میں دو امر مذکور ہوتے ہیں لیکن حدیث صرف ایک جزو کے متعلق مذکور ہوتی ہی جسکو دیکھکر خیال ہوتا ہی کہ ایک جزو بلا ثبوت رہگیا مگر مقصود مؤلف چونکہ جزو واحد ہی دوسرا جزو مسلم اور ظاہر ہی فقط تبعاً یا احتیاطاً بیان کر دیا ہی اسلئے اُس کے متعلق حدیث بیان کرنیکی حاجت نہیں ہوتی۔

(۱۴) کبھی ترجمہ کے بعد اُسکے مطابق حدیث بیان کرکے دوسری روایت ایسی بیان کرجاتا ہی جسکا تطابق ترجمہ سے ظاہر نہیں ہوتا سو اُسکی یہ وجہ ہی کہ حدیث اوّل میں کوئی امر قابل بیان ہوتا ہی اُسکی تکمیل کی ضرورت سے حدیث ثانی لاتا ہی اثبات ترجمہ کیلئے نہیں لاتا بلکہ بعض اوقات کسی ضرورت سے حدیث ثانی مخالف ترجمہ بیان کرجاتا ہے

(۱۵) اکثر مواقع میں ترجمہ کا حکم مذکور نہیں ہوتا ترجمہ کو مطلق ذکر کرتا ہی سو اکثر تراجم میں تو اُسکا بے تکلف ناظرین سمجھ لیتے ہیں مگر بعض مواقع میں علما میں خلاف پیش آجاتا ہی کبھی اسکی وجہ سے مؤلف پر عدم تطابق حدیث کے الزام کی نوبت آتی ہی۔ ایسی صورت میں مناسب یہی ہی کہ روایات میں غور کرنے کے بعد ترجمہ میں اطلاق یا تقیید جو اولی ہو اسکو قائم رکھا جاوے اور تعیین قید میں بھی موافقت احادیث ملحوظ رہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم * ہشت کلید در گنج حکیم

بِسْمِ اللّٰہِ افتتحت وَعَلَیہِ توکلت اللّٰھُمّ انّی اسئلک رحمۃ من عندک تھدی بھا قلبی وتجمع بھا امری وتلمّ بھا شعثی۔ وصلی اللّٰہ علی سیّدنا ومولانا محمّد وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وسلم ہ

بدُرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش کہ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

اصول کلیہ کے بعد تراجم جزئیہ کے متعلق تفصیل عرض کیا جاتا ہی مگر جو تراجم کہ ظاہر ہیں اُن میں کوئی دشواری نہیں اُن کے ذکر کی بھی حاجت نہیں۔ اللّٰھمّ الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی۔

باب کیف کان بدءُ الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقول اللّٰہ جل ذکرہ انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیّین من بعدہٖ۔

یہ اوّل باب ہے اور مؤلف رحمۃ اللہ اور ناظرین علماء کی نظروں میں ہمیشہ سے مہتم بالشان چلا آتا ہی شراح محققین نے اِسکے متعلق ہر ہر امر کو بسط سے تحریر فرمایا ہی مگر ہم صرف وہی امر عرض کرنا چاہتے ہیں جو ہمکو یہاں مقصود ہی اسلئے اوّل ترجمہ کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں اُسکے بعد احادیث مندرجۂ باب کی تطبیق ترجمہ کے ساتھ بیان کرینگے جو ہمکو اس تالیف سے مقصود ہے واللّٰہ الھادی۔

شروع اصول میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ بسا اوقات ترجمۃ الباب کا مدلول مطابقی مؤلف کو مطلوب نہیں ہوتا بلکہ اُس سے کسی خاص غرض کی طرف اشارہ ہوتا ہی اُسی کو احادیث باب سے ثابت کرنا منظور ہوتا ہی سو یہاں یہی صورت ہی اوّل تو ملاحظہ فرمائیے کہ مؤلف نے کتاب کو

باب وحی سے شروع کیوں فرمایا اسکی کیا وجہ حالانکہ دیگر کتب احادیث کے موافق ابواب فضائل قرآن کو اپنے موقع پر بیان کیا ہی اور متعدد ابواب نزول وحی کے متعلق وہاں مذکور ہیں یہاں صرف اس ایک باب کے مقدم لانے میں کیا غرض ہی اس حدیث کی کیا وجہ سو ادنےٰ توجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہی کہ نبیؐ کی نبوت اور تمام اصول و فروع اسلامی کی صحت چونکہ وحی پر موقوف ہے اسلئے سب سے پہلی حتےٰ کہ ایمان اور علم سے بھی اول وحی کا ذکر مناسب ہوا چنانچہ شراح محققین صاف یہی ارشاد فرماتے ہیں سو اس سے معلوم ہوگیا کہ مؤلف رحمہ اللہ کی غرض اس موقع میں یہ ہی کہ وحی پر چونکہ جملہ امور اسلامیہ کا مدار ہی اور یہی ایک ایسی دلیل ہے کہ جس میں کسی طرف سے خطا و غلط کا ادنےٰ احتمال نہیں ہوسکتا لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اور یہی بندہ پر مفترض الطاعۃ ہی ان الحکم الا للہ۔

اور تمام اہل عقل اور اہل اشراق و حکمت اور تمام مخلوقات بھی ملکر اسکے کسی ایک حکم کا معارضہ نہیں کرسکتی اور جیسا وحی کا حق و صواب ہونا ضروری ہی ایسے ہی اسکے خلاف کا باطل اور لغو ہونا یقینی ہی عقائد ہوں یا اعمال اصول ہوں یا فروع عبادات ہوں یا معاملات اخلاق ہوں یا احوال سب کے حسن و قبح کا منشاء اور حجت قاطعہ وحی ہی وحی کے ہوتے کوئی دلیل کوئی حجت قابل التفات بھی نہیں اسلئے مؤلف اپنی کتاب میں اوّل وحی کی عظمت اور عصمت اور صداقت کو بیان فرماکر اسکے بعد اور چیزوں کو ذکر کریگا اور جو کچھ بیان کریگا سب ماخوذ من الوحی ہوگا حتےٰ کہ وحی کے متعلق بھی جو احوال بیان کریگا وہ بھی وحی سے ہی ماخوذ ہونگے کیونکہ قابل اعتماد اگر ہی تو وحی ہی اسکے بعد احادیث ستہ مذکورہ فی الباب میں بھی غور کرنا ضروری ہی کہ ظاہر ترجمہ کے موافق ایک روایت ہی وبس جس سے بسہولت یہ سمجھ میں آتا ہی کہ ظاہر یہی ہی کہ ظاہر ترجمہ کا بیان کرنا مقصود نہیں مؤلف کی غرض کچھ اور ہی سو اس غرض مضمر کے دریافت کرنیکا طریقہ اس سے

بہتر اور سہل اور قابل اعتبار کوئی نہیں ہو سکتا کہ انہیں احادیث میں غور کرنیکے بعد ایک امر مشترک مناسب مقام معین کر کے مقصود ترجمہ ٹہرایا جاوے کہ جملہ احادیث مذکورہ فی الباب بسہولت اسپر منطبق ہو جاویں اور مؤلف کا مقصود بھی محقق اور ثابت ہو جاوے سو احادیث مذکورہ میں تأمل کرنے سے یہی سمجھ میں آتا ہی کہ غرض مؤلف بیان عظمت و عصمت وحی ہی کما لا یخفی علی المتامل المتفطن بالجملہ ہر دو امر معروضہ بالا سے خوب دلنشین ہوتا ہی کہ ترجمۃ الباب سے مؤلف کی غرض اثبات عظمت و صداقت وحی ہی اب اس پر جس صاحب فہم کا دل چاہے احادیث باب کو منطبق کرلے انشاء اللہ کسی روایت کی تطبیق میں تاویل کی بھی حاجت نہو گی۔ استحساناً اتنا ہم اور بھی عرض کئے دیتے ہیں کہ بدء الوحی میں مؤلف نے مبدأ کو عام رکھا ہی اسلئے اسکو اپنی طرف سے زمان یا مکان کے ساتھ مقید کر لینا ہرگز ٹھیک نہیں بلکہ زمان و مکان دونوں سے عام ہی کما یظہر من الاحادیث نیز وحی بھی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل ہی کما صرح بہ الشاہ ولی اللہ قدس سرہ بلکہ مؤلف کا مقصود اعظم وحی غیر متلو ہی اور اس موقع پر خاص وحی متلو مراد لینے سے صرف تطبیق ہی میں خلل نہیں پڑتا مؤلف رحمہ اللہ کی جو اس ترجمہ سے غرض اصلی ہی وہ فوت ہوئی جاتی ہی فالحذر الحذر خلاصہ یہ ہی کہ یہ باب مقدمۃ الکتاب ہے اسکے بعد مقاصد ہیں۔

ترجمہ کے بعد مؤلف رحمہ اللہ نے وقول اللہ جل ذکرہ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ بیان کیا اگرچہ اقرب اور ظاہر یہ ہی کہ لفظ قول کو مرفوع بتقدیر الخبر کہا جائے یعنی وفیہ قول اللہ جل ذکرہ مگر انصاف سے یہ امر قابل نزاع نہیں ہمکو مؤلف رحمہ اللہ کے مدعا سے مطلب ہے سو مؤلف کی غرض یہ ہی کہ قول سبحانہ و تعالیٰ سے اپنے ترجمہ پر استدلال لائے قول کو چاہو مرفوع پڑھو چاہو مجرور مؤلف اکثر تراجم کے ساتھ

آیات قرآنی کو بغرض استدلال ذکر کرتا ہی مگر کبھی عنوان استدلال کا ہوتا ہی اور کبھی عطف سے ذکر کرجاتا ہی۔ اِسکے بعد عرض ہی کہ اس سے پہلے رکوع میں یسئلک اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من السماء فرماکر اہل کتاب پر سخت سخت الزامات کا اور وعید کا تمام رکوع میں ذکر ہی اُسکے بعد انا اوحینا الیک سے اُنکے سوال کا تحقیقی اور تفصیلی جواب دیا جاتا ہی اور اِس رکوع میں بلکہ اخیر سورہ تک وحی کی عظمت او صداقت اور اُسکی متابعت کی فرضیت اور وحی منزل علی رسولنا الکریم علیہ الف صلوات کی فضیلت اور امتیاز کا اس تفصیل سے ارشاد ہے جسکی نظیر قرآن مجید میں دوسری جگہہ ہمکو نہیں ملتی اس سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں اوّل یہ کہ مؤلف رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے بیشک ثبوت عظمت و صداقت وحی ہی کما صاف معلوم ہوتا ہی کہ مؤلف محقق غائر النظر نے تمام قرآن مجید میں سے اِنہیں آیات کو اپنے ثبوت مدعا کے لئے وافی و شافی سمجھکر انتخاب کیا دوسرے یہ کہ صرف اسی حصہ آیت سے جو کہ ترجمہ میں مذکور ہی استدلال لانا منظور نہیں بلکہ اسکے ساتھ جملہ الی آخر ذکر الوحی ملحوظ ہی چنانچہ علامہ سندی وغیرہ شارحین کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہی اور مؤلف نے متعدد مواقع میں ایسا کیا ہی۔ اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بظاہر ترجمۃ الباب گو ایک جملہ ہی مگر مؤلف کو ملحوظ تمام رکوع بلکہ دونوں رکوع ہیں جس سے مؤلف کا مدعی اسقدر مستحکم معلوم ہوتا ہی کہ پہاڑ کا استحکام بھی ہیچ نظر آتا ہی۔

مطلب کی باتوں سے فارغ ہوکر ہم چاہتے ہیں کہ آیہ کریمہ میں جو قید من بعدہٖ مذکور ہی اُسکے متعلق بھی بالاختصار کچھ عرض کردیا جاوے ہرچند ہماری غرض اصلی میں اُسکو دخل نہیں مگر اوّل تو تعلق سے خالی نہیں دوسرے حضرات مفسرین اور شراح حدیث نے عامۃً اس چھوٹی سی بات کو قابل لحاظ غالباً نہیں سمجھا اسلئے اُس سے بحث نہیں کی اور ہمارا منتہٰی اور منتہی اسی قسم کی باتیں

ہیں اسلئے عرض ہو کہ یہ بات تو ظاہر ہو کہ اگر من بعدہ کی قید نہوتی تو چونکہ النبیین میں تمام انبیاءؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام داخل ہیں تو جملہ انبیاء کی وحی مشبہ بہ میں ضرور شمار ہوتی اب اس قید بعدیۃ سے جو انبیا حضرت نوح علیہ السلام سے مقدم ہیں اُنکی وحی مشبہ بہ سے خارج رہی سو اس کے اخراج کی کیا وجہ بظاہر تعمیم چسپاں معلوم ہوتی ہو سو اسکی وجہ حدیث صحیح اور ارشاد بعض محققین سے یہ سمجھہ میں آتی ہو کہ سب سے اوّل احکام خداوندی جو بندوں کی طرف لیکر آئے اور احکام شریعت کی سب کو منجانب اللہ تکلیف دی وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں اسی لئے احادیث صحیحہ میں اُنکے حق میں اوّل رسول بعثہ اللہ اور اوّل الرسل الی اھل الارض وغیرہ ارشادات موجود ہیں اور اسی لئے اُنکی مخالفت پر عذاب اوّل آیا اور حضرت نوح سے پہلے جو انبیا ہوئے اُنکی تعلیم اور ہدایت اپنی اولاد اور اپنی قوم کو ایسی سمجھنی چاہئے جیسے باپ کی تربیت اپنی اولاد کو اور بزرگوں کی نصیحت اپنے اتباع کو۔

نیز حضرات اکابر کے ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت نوح علیہ السلام تلک کا زمانہ عالم اور شخص اکبر کی طفولیت کا زمانہ تھا حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے بلوغ اور تکلیف کا زمانہ شروع ہوا اسلئے ابتدائی زمانہ میں تو امور متعلقہ معیشت میں مشغولی زائد رہی اسکی ضرورت تھی اور اسکی مامور بھی تھی اُس کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت آہستہ آہستہ تعلیم احکام بھی ہوتی رہی جب زمانہ تکلیف کی نوبت آئی تو پھر ایک صاحب شریعت کو رسول خداوندی مقرر کرکے اُنکی طرف بھیجا گیا اور اُسکی متابعت کا امر ہوا جس نے اُنکے حکموں کو قبول کیا جو درحقیقت احکام خداوندی تھے وہ فائز ہوا اور جس نے اُنکی مخالفت کی جو درحقیقت مخالفت احکام الٰہی تھی وہ ہلاک اور غارت ہوئے تو اب من بعدہٖ کے ارشاد سے بلا تأمل یہ سمجھ میں آتا ہو کہ آیۃ کریمہ کا مطلب یہ ہو کہ اے نبی الانبیاء ہمنے

جو تم پر وحی بھیجی تو وہ وحی وہ وحی ہی جو حضرت نوحؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تلک بھیجی گئی تھی یہ وہ وحی نہیں جو ابتداء میں حضرت نوحؑ سے پہلے بھیجی جاتی تھی اس وحی کی مخالفت کا وہی نتیجہ ہی جو حضرت نوحؑ اور حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ اور حضرت موسیٰؑ وغیرہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اُمتوں پر گذر چکا جس سے اِس وحی کی عظمت اور واجب التسلیم ہونے میں بہت ترقی ہوگئی اور اُسکی مخالفت پر تنبیہ اور تہدید بھی پوری ہوگئی وہو المقصود۔

اِسکے بعد یہ ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ اب ہر ہر حدیث کی تطبیق مفصل عرض کی جاوے انشاء اللہ تمام معروضات کے ملاحظہ کے بعد ہر فہیم منصف بے تکلف تطبیق دیسکتا ہی البتہ بنظر احتیاط اتنا مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ہر ایک حدیث کے متعلق بھی مختصر طور پر کچھ کچھ عرض کر دیا جاوے سو سُنئے ترجمہ کے ساتھ جو آیۃ مذکور ہی اُس سے تو یہ معلوم ہوا کہ وحی کا مبدء ذات تعالیٰ وتقدس ہی یہ خاص اُسی کا پیام اور اُسی کے احکام ہیں جو اُسنے اپنے نبی پر نازل فرمائے فرشتہ یا نبی وغیرہ کسی کا کلام نہیں۔ اور آخر مضمون وحی تلک غور سے دیکھو کسقدر اہتمام اور تاکیدات کے ساتھ وحی کی شان ارشاد فرمائی گئی ہی بالجملہ ان آیات سے محقق ہوگیا کہ وحی کا بھیجنے والا حق تعالیٰ شانہ ہی اور یہ وحی نبی کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجی جاتی۔

اِسکے بعد مؤلف نے اوّل حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى الخ کو ذکر کیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ نیت اعمال کیلئے مبدأ اور منشاء ہی نیت اصل ہی۔ اور اعمال اُسکی فرع تو جس شخص سے اعلےٰ درجہ کے اعمال ظاہر ہونگے ہم ضرور سمجھ جاوینگے کہ اِسکی نیت اعلیٰ ہی بلکہ یوں کہہ لیجے کہ حق سُبحانہ اپنے جس بندہ سے جو معاملہ فرماتا ہی اور اُس سے جس درجہ کا کام لینا منظور ہوتا ہی اوّل ضرور ہی کہ اُسکی نیت بھی اُسی درجہ کی ہو چنانچہ شیخ داؤد کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب عیون الحقائق میں اِسکی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ علیٰ قدر ارتقاء

همتك في نيتك يكون ارتقاء درجتك عند عالم سرير تك۔

تو اب حدیث انما الاعمال بالنیات سے معلوم ہوگیا کہ وحی الٰہی جسپر نازل ہوتی ہو یعنی کا ر نبوت جس سے لینا منظور ہوتا ہی ضرور ہی کہ اول اُسکی نیت بھی اُس درجہ کی ہو جس سے خاتم النبیین کی نیت کا خاتم النیات ہونا بالبداہت معلوم ہوگیا۔

اسکے بعد دوسری روایت حضرت عائشہؓ کی مذکور ہی جس میں کیف یاتیك الوحی اور اُس کا جواب موجود ہی اس حدیث سے دو امر ظاہر ہوتے ہیں اوّل یہ کہ آپ کے پاس وحی لیکر ملک آتا ہی یہ پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ مرسل حق تعالیٰ اور مرسل الیہ نبی علیہ السلام ہیں اب معلوم ہوگیا کہ رسول یعنی وحی لانیوالا ملک ہی نزول وحی کے لئے یہی مبادی ثلثہ ضروری ہیں۔ دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوگئی کہ نزول وحی کے وقت آپ پر بہت شدّت ہوتی تھی اسی کی تائید کیلئے اس حدیث کے آخر میں حضرت عائشہؓ کا قول مذکور ہی کہ میں نے خود دیکھا کہ برد شدید میں آپ پر جب وحی نازل ہوتی تو پیشانی مبارک سے عرق بہنے لگتا تھا۔ اس سے بھی وحی کی عظمت معلوم ہوتی ہی۔ اور وحی کا من اللہ ہونا سمجھ میں آتا ہی۔

اسکے بعد تیسری روایت حضرت صدیقہؓ کے غار حراء کے قصہ کے متعلق مفصل مذکور ہی جس میں غار حراء سے پہلے اور غار حرا کی حالت مندرج ہی۔ تمام باب بدءالوحی میں یہی ایک حدیث ہی جو صراحۃً ترجمہ کے مطابق ہی اسکے تطابق میں کسی کو تاویل کی یا مؤلف رحمہ اللہ پر اعتراض کرنیکی نوبت نہیں آئی اسلئے اسکی مطابقت میں ہمکو کچھ عرض کرنیکی حاجت نہ تھی مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ عبارات شروح سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ شاید وجہ مطابقت یہی ہی کہ غار حراء سے ابتداء نزول وحی ہوا وبس حالانکہ عظمت وصداقت وحی سے ابتداء مذکور کو کوئی خاص تعلق بھی نہیں معلوم ہوتا جو کہ اس موقع میں مؤلف کو مقصود ہی اس وجہ سے یہ عرض ہی کہ

تأمل سے یہ سمجھ میں آتا ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ کو اس مفصل روایت کے بیان فرمانے سے چند
مبادی نزول وحی بتلانی منظور ہین جن سے عظمت و صداقت وحی دلنشین ہوتی ہی
دیکھیے اِنَّكَ لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين
على نوائب الحق سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ آپ خلقۃً جامع ملکات فاضلہ اور اخلاق جمیلہ
اور جائز افعال حسنہ اور خصال حمیدہ تھے جو کہ مبدأ و منشاء نبوت ہیں اور کتاب التفسیر میں و
تصدق الحدیث بھی اس روایت میں موجود ہی پھر جب وحی کا وقت آیا تو شروع وحی رؤیائے صالحہ
صادقہ سے ہوا پھر آپ کو خلوت اور سب سے یکسوئی پسند ہوئی تو غار حراء میں آپ کچھ عرصہ عبادت و
ریاضت میں برابر مشغول رہے ان تمام مراحل کے بعد وحی فرشتہ لیکر آیا تو وہ آپکو بار بار امر کرتا
ہی اقرأ آپ عذر کرتے ہیں کہ ما انا بقارئ یعنی پڑھ نہیں سکتے فرشتے نے بہت قوت سے تین بار
آپکو دبایا اُسکے بعد چند آیات اقرأ کے شروع کی آپکو پڑھائیں جن میں صرف قراءۃ کا آپکو حکم ہی باقی
حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور انعام علمی کا جو خاص انسان پر فرمایا گیا ہی مذکور ہی جس سے آپکی تسکین
و تقویت منشرح ہوتی ہی نماز یا روزہ وغیرہ کسی کام کی تکلیف آپکو نہیں دیگئی تھی مگر اس پر بھی آپکے
قلب مطہر اور جسم مبارک پر لرزہ تھا اسی حالت میں گھر تشریف لائے اور دیر تلک کپڑے میں لپٹے
لپٹے رہے جب وہ کیفیت فرو ہوئی تو آپنے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھکو جان کا خوف ہوتا ہے
اُنھوں نے زور سے اس اندیشہ کا انکار کیا اور آپکی مدلل تسکین کی اور ورقہ جو انجیل کا عالم اور حالات
انبیاء سے واقف تھا اُسکے پاس آپکو لے گئیں اُس نے سُنکر آپکی نبوت کی تصدیق کی اور تقویت دلائی
اب دیکھ لیجیے کہ اس حدیث میں اوّل سے آخر تلک مبادی وحی موجود ہین تمام اخلاق و اعمال
و اقوال و حالات کی کیفیت معلوم ہوگئی اور عبادات و ریاضات و شدائد کا حال معلوم ہوگیا
انکو ملاحظہ کرکے وحی کی عظمت اور اُسکی صداقت کو سمجھ لیویں جو مؤلف کو مقصود ہی۔

چوتھی روایت حضرت ابن عباس کی ہی جس میں آیت کریمہ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ کی تفسیر ہی اُس سے بھی چند امور مناسب مقام ظاہر ہیں حضرت جبریل علیہ السلام کا آپ پر وحی لانا اور نزول وحی کے وقت آپ پر شدت ہونی اور علاوہ اُس شدت کے جو حدیث سابق میں گذر چکی ایک شدت یہ بھی ہوتی تھی کہ اُسی شدت کی حالت میں آپ وحی کو سُنکر حضرت جبریلؑ کے ساتھ ساتھ خود بھی پڑھتے تھے اور ضبط وحی میں جدوجہد فرماتے تھے جسکی نسبت حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تکفل فرمایا اور اِنّ علینا جمعہٗ وقرانہ فرماکر اس دشواری کو سہل کردیا اور سہو وخطا کے خوف سے آپکو پورا مطمئن کردیا گیا۔ اور معلوم ہوگیا جو ذات اقدس وحی کا مبدء اور مرسل ہی وہی حفاظت کی متکفل ہی جس سے رسول کریم کے سہو ونسیان کے احتمال کی بھی گنجایش نرہی اور وحی پر اعتماد کلی ہوگیا۔

پانچویں روایت بھی ابن عباس کی ہی جس میں رمضان شریف کی ہر رات میں حضرت جبریلؑ کا آپ کے ساتھ قرآن مجید کا مدارسہ کرنا مذکور ہی اور یہ کہ اُس زمانہ میں آپ کا اجود بالخیر ہونا اور بھی بیحد بڑھ جاتا تھا۔

اس سے وحی کا مزید اختصاص ماہ رمضان کے ساتھ بالبداہت سمجھ میں آتا ہی جو کہ افضل مشہور ہی اور شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کے مؤید۔ اس حدیث سے وحی کی بدر زمانی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہی جو بعض روایات میں مصرح مذکور ہی مگر وہ روایات شروط مؤلف کے موافق نہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نزول وحی سے آپ کے کمالات میں بہت ترقی ہوتی تھی جسکا نفع اوروں کو بھی پہنچتا تھا ان جملہ امور سے بھی عظمت و برکت وحی عیان ہی

اسکے بعد چھٹی روایت بھی ابن عباس کی ہی جس میں ہرقل کا طویل قصہ مفصل مذکور ہی ہرقل نے جو دس گیارہ سوال ابوسفیان بن حرب سے کئے اور سب کے جواب سُنکر اُس نے کہا۔

فان کان ما تقول حقا فسیملک موضع ھاتین الی آخر مقالتہ اُس سے آپکی مبادی وحی بہت سی معلوم ہوتی ہیں اور ابو سفیان اُسوقت تک مشرف باسلام نہوئے تھے خود ابو سفیان کا قول مصرح موجود ہی حتی ادخل اللہ علیّ الاسلام و الفضل ما شہدت بہ الاعداء اور ان دس گیارہ باتوں کے سوا اور امور بھی اِس روایت میں ایسے موجود ہیں کہ جن سے آپکی نبوّت کی تصدیق ہوتی ہی۔ بالجملہ ترجمۃ الباب کا مطلب یہ ہی کہ آپ پر جو وحی نازل ہوئی اُسکے مبادی اور احوال متعلقہ کیا ہیں اُنکو دیکھنا چاہیئے اور مقصود اس سے یہی ہی کہ وحی کی صداقت اور آپکی نبوت و رسالت ایک ایسا محقق اور سچّا امر ہی کہ اُن امور کو دیکھنے کے بعد کوئی منصف اُسکے واجب التسلیم اور حق ہونے میں تردد نہیں کر سکتا۔ مسلم ہو یا کافر۔

اِن حالات کو دیکھکر کہانت و سحر و شاعری جو کفار کے خیالات تھے وہ بھی باطل ہو گئے اور ظاہر ہو گیا کہ وحی کے مقابلہ میں کسی کی عقل یا قول مقبول نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ حکم احکم الحاکمین ہی جو نہایت موثق ذریعہ سے نبی معصوم پر نازل ہوا جس میں کسی جہت سے غلطی یا خطا یا نسیان کا احتمال نہیں نیز وکیف وصل الینا بھی بتلانا بھی ضرور ہی منظور ہی کما صرح الشاہ ولی اللہ الخ اُسکا جواب ذکر اسناد ہی۔ اب اس سے فارغ ہو کر مؤلف رحمہ اللہ اوّل ایمان و اسلام کو بیان کرتا ہی اُسکے بعد جملہ امور مطلوبہ ایمان اور احکام اسلام کو بیان کریگا عقائد ہوں یا اعمال عبادات ہوں یا معاملات الی ختم الکتاب اور جو کچھ بیان کریگا وہ ماخوذ من الوحی ہوگا۔

کتاب الایمان

باب قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس و ھو قول و فعل و یزید و ینقص۔

اِس کتاب میں جتنے تراجم مذکور ہیں اُنکا تطابق احادیث باب کے ساتھ ظاہر ہی مگر مقصود مؤلف اور مطلب ترجمہ میں بعض ابواب میں البتہ خفا ہی سو ایسے مواقع میں کچھ عرض کر دینا مناسب ہے۔

باب اوّل میں تین ترجمہ بیان کئے جن میں اوّل بعینہ جملہ مذکورہ فی حدیث الباب ہے اور تینوں ترجموں میں باہم استلزام ہی ہر ماقبل مابعد کو مستلزم ہی اور مقصود مؤلف یہ ہی کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں جسکی وجہ سے ایمان کا زائد اور ناقص ہونا صاف معلوم ہوتا ہی اور یہ سب باتیں ایسی ظاہر ہیں کہ کسی دلیل کی محتاج نہیں البتہ قابل غور یہ امر ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ کو کسکا خلاف کرنا منظور نظر ہی۔ مگر اوّل اتنا عرض کر دینا مناسب ہے کہ مصداق ایمان میں اعمال کو داخل کرنے میں تین مذہب ہیں ایک یہ کہ اعمال حقیقت ایمان شرعی کے لئے جز حقیقی ہیں واذا فات الجزء فات الکل دوسرے یہ کہ اعمال ایمان سے بالکل خارج ہیں حتیٰ کہ مصداق ایمان سے بھی بے تعلق ہیں الایمان قول بلا عمل اُنکا مقولہ ہی تیسرے یہ کہ حقیقت ایمانی سے تو خارج مگر ایمان کے لئے متمم اور مکمل ضرور ہیں جیسے اعضائے انسانی حقیقت انسانی سے خارج ہیں مگر کمال انسانی کے لئے موقوف علیہ خلاصہ یہ کہ اعمال حقیقت ایمانی سے تو خارج مگر کمال ایمانی کے جزء اور اُس میں داخل ہیں۔ یہ تیسرا مذہب اہلسنت کا ہی اور پہلا خوارج و معتزلہ کا اور دوسرا مرجئہ کا۔ اور اہل سنت میں جو اِس مسئلہ میں خلاف منقول ہی اُسکے لفظی ہونے میں وہی شک کر سکتا ہی جو الفاظ سے معانی تلک نہیں پہنچ سکتا کما صرح بہ علماء الفریقین تو اب ظاہر اور اقرب یہ ہی کہ مؤلف کو اِس باب میں مرجئہ کی تردید مقصود ہی اختلاف اہل حق کے متعلق کسی پر اعتراض کرنا ہرگز مقصود نہیں ورنہ مؤلف کو نزاع لفظی کا مرتکب ہونا تسلیم کرنا پڑیگا جو کہ شان محققین سے مباین بلکہ داب محصلین سے بھی بعید ہی اور نزاع حقیقی بنانے میں یا

فقہاء کو مرجئہ میں شمار کرنا ہوگا یا محدثین کو خوارج و معتزلہ میں نعوذ باللہ۔ اور اسی پر بس نہوگی بلکہ بہت سے خلجان مؤلف کے بیان میں پیدا ہونگے اور جگہ جگہ تاویل کی حاجت ہوگی اول ہی ترجمہ جو بنی الاسلام علی خمس ہے اُس میں ایمان کا ذکر نہیں علی ہذا اسباب میں جو حدیث آتی ہے اُس میں بھی اعمال کا جزء اسلام ہونا ثابت ہوتا ہے نہ جزء ایمان جس سے اسلام کا یزید و ینقص ہونا مسلم ہوگا نہ ایمان کا اور اس میں اہلسنت کا خلاف نہیں اور دیکھیے ترجمہ کے ساتھ جو آیات و آثار منقول ہیں اُن میں بعض میں ہدایت مذکور ہے بعض میں تقویٰ بعض میں دین بلکہ بعض میں شرعہ اور منہاج تو انکو دیکھکر حیرانی ہوتی ہے کہ ان سے ایمان کا زائد و ناقص ہونا کیسے معلوم ہوا سوان سب باتوں میں تأمل کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو اس باب میں مرجئہ کی تردید مقصود ہے اہلسنت کے باہمی خلاف کو جو حقیقت میں خلاف نہیں بیان کرنا ہرگز مقصود نہیں اور اب سب خلجان مذکورہ بالا مرتفع ہوجاوینگے کیونکہ اُنکے ابطال کیلئے اعمال کا ایمان یا اسلام یا دین یا ہدایت یا تقویٰ کسی میں مطلوب اور ماخوذ ہونا کافی ہے فتامل۔ اسکے بعد اخیر کتاب الایمان تک جتنے ابواب ذکر فرمائے ہیں اُن میں بھی اکثر ابواب میں مرجئہ کی تردید کی طرف اشارہ ہے اور بعض میں خوارج اور معتزلہ کا ابطال ہے چونکہ اس مسئلہ میں درحقیقت افراط و تفریط کرکے انہیں فرقوں نے اہل حق کی مخالفت میں جد و جہد کی ہے مؤلف رحمۃ اللہ نے وحی متلو اور غیر متلو دونوں سے اُنکا بطلان ظاہر کردیا باقی مرجئہ کے ابطال میں زیادہ توجہ کرنیکی یا یہ وجہ ہے کہ اُنکی تفریط کا مفسدہ معتزلہ وغیرہ کے افراط کے مفسدہ سے زیادہ ہے کہ تمام اعمال شرعیہ کو غیر ضروری اور گویا فضول بنانا چاہا یا یہ وجہ ہے کہ باب بدء الوحی سے جو مؤلف کو مقصود تھا اسکے مباین قول مرجئہ ہے واللہ اعلم۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مؤلف نے جو ابواب آیندہ میں تراجم میں کسی عمل کو من الایمان اور

کسی کو من الاسلام اور کسی کو من الدین کہا ہی اور اُسکے اثبات میں آیات و احادیث و آثار لایا ہی۔ اور کہیں ترجمہ میں ان میں سے ایک لفظ ذکر کیا اور حدیث میں دوسرا لفظ مذکور ہی مثلاً ترجمہ میں اسلام کا ذکر ہی اور حدیث میں ایمان یا دین مذکور ہی یا اِسکا عکس سو یہ امور قابل خلجان ہرگز نہیں ہونے چاہئیں غالبًا مؤلف رحمہ اللہ کو یہ دکھلانا منظور ہی کہ اِس باب میں اکابر سلف کا کیا مسلک ہی کما صرح بہ العلامۃ السندھی وغیرہ سو مؤلف نے بخوبی ثابت کردیا کہ اعمال کو جزء ایمان کہنے میں عند السلف توسع ہی اور نیز ایمان اسلام دین وغیرہ میں ایسا ارتباط ہی کہ ایک کے جزء کو دوسرے کا جزء کہنا صحیح اور درست ہی سو ان ابواب سے اوّل تو مرجئہ کے خیال کی علی وجہ الکمال تردید ہوگئی دوسرے لطیف اشارہ اِسکی طرف معلوم ہوتا ہی کہ ہمکو ان مطالب میں اتباع سلف مناسب ہے مباحث کلامیہ جو متاخرین کا اختراع ہی اُن میں انہماک کی ضرورت نہیں گو صحیح ہوں اور مسلک سلف کے مباین نہوں مؤلف رحمہ اللہ کی عادت ہی کہ بعض مواقع میں خصوصًا مسائل اعتقادیہ متعلقہ صفات وغیرہ میں اہل اہواء کے خلاف کو تو بالتصریح کہیں بالاشارہ ذکر فرما جاتا ہی مگر اہل حق کے خلاف کی طرف بہت اخفا سے اور نہایت احتیاط سے اشارہ کر جاتا ہی جسکو غور صحیح سے کوئی سمجھ سکتا ہی کتاب رد علی الجہمیہ میں یہ امر خوب نظر آتا ہی۔

مرجئہ نے یہ بھی کہا ہی کہ ایمان کے لئے کسی طاقت کی ضرورت نہیں اور کوئی معصیت ایمان کو مضر نہیں سو مؤلف رحمہ اللہ نے باب حلاوۃ الایمان اور باب علامۃ الایمان حب الانصار منعقد فرما کر حدیث ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان الخ اور حدیث آیۃ الایمان حب الانصار و آیۃ النفاق بغض الانصار ذکر کی جن سے حسنات کی ایمان کے لئے حاجت اور سیئات کی مضرت صاف معلوم ہوگئی۔ اسکے بعد باب بلا ترجمہ لایا اور حدیث بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا ولا تسرقوا ولا

تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تاتوا ببھتان تفترونه بین ایدیکم وارجلکم و لا تعصوا فی معروف الخ کو اُس میں ذکر کیا۔ اِس باب میں چند احتمال بلا تکلف موجود ہیں۔ باب سابق سے بھی مربوط ہی جس میں حب انصار کو علامت ایمان بتلایا ہی۔ کیونکہ اجتناب عن الشرك والکبائر بطریق اولیٰ اور بالبداہۃ علامت ایمان ہیں۔ نیز ابواب سابقہ اور لاحقہ کے مناسب ترجمہ جدید بھی لگا سکتے ہیں مثلاً الاجتناب من الکبائر من الایمان یا البیعۃ علی ترك الکبائر من الایمان یا من الدین الفرار من الکبائر اور ان دونوں صورتوں میں مثل ابواب سابقہ اور لاحقہ مرجیۂ کے ابطال کی طرف بھی اشارہ ہوگا بالجملہ اصول میں جو ترک ترجمہ کی دو صورتیں معروض ہوئیں یہاں دونوں موجود ہیں۔ اور اولیٰ یہ ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ نے متعدد تراجم میں مختلف اعمال کا من الایمان اور من الاسلام وغیرہ ہونا ثابت کیا ہی جس سے گو مرجیۂ کا مذہب تو برباد ہوگیا مگر خوارج اور معتزلہ کی تقویت کا مظنہ ضرور خلجان میں ڈالتا ہی اسلئے باب بلا ترجمہ ذکر فرما کر ایسی حدیث بیان کر دی جس سے خلجان مذکور ہباءً منثور ہوگیا۔ مؤلف نے حدیث ایسی ذکر فرمائی جس سے مرجیۂ اور خوارج و معتزلہ سب کا ابطال بلا تکلف ظاہر ہی اسلئے سب احتمالات چسپاں نظر آتے ہیں اور یہی دلنشین ہوتا ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ کو تکثیر فوائد بھی ترک ترجمہ پر باعث ہوئی ہی واللہ اعلم۔

باب قول النبی صلی اللہ علیه وسلم انا اعلمکم باللہ۔ وان المعرفۃ فعل القلب لقول اللہ تعالیٰ ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم۔

ترجمہ اور حدیث باب میں تو مطابقت بدیہی ہی قابل غور صرف یہ امر ہی کہ ترجمہ کو کتاب الایمان سے کیا تعلق ہی اور مؤلف رحمہ اللہ کا مقصود اس ترجمہ سے کیا ہی سو اسکے متعلق محققین شراح نے اپنی اپنی رائے اور مذاق کے موافق مختلف تقریریں ارشاد فرمائی ہیں۔

ہمارے خیال میں سب کو دیکھکر یہ امر راجح نظر آتا ہی کہ ترجمہ سے فعل قلب میں کمی زیادتی ثابت کرکے ایمان قلبی یعنی تصدیق میں تفاضل اور قوت وضعف کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ وان المعرفۃ فعل القلب الخ فرماکر اس مطلب کو ظاہر کردیا۔

باب اوّل میں ایمان کامل میں زیادت ونقصان ثابت کیا تھا اب نفس وحقیقت ایمان میں تفاوت ثابت کردیا اور غالبا متوہمیں کی توہمات کے اندیشہ سے اور نیز اسوجہ سے کہ سلف صالحین نے ظاہر نصوص کی متابعت کی ہی مباحث کلامیہ متاخرین کے پیچھے نہیں پڑے تصریح کو اختیار نہیں کیا۔ اور احتیاطًا اشارہ پر کفایت کی کما ھو دابہم فی امثال ھذا۔ واللہ اعلم۔

باب من کرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یلقی فی النار من الایمان۔

اس باب میں اور باب من الدین الفرار من الفتن میں اسکی طرف بھی اشارہ کرنا مدنظر معلوم ہوتا ہی کہ جیسا اللہ اور رسول اور حسنات کی محبت ایمان میں داخل ہی کما مر ایسا ہی کفر اور معاصی کی کراہت ونفرت بھی ایمان میں شمار ہوتی ہی واللہ اعلم۔

باب تفاضل اھل الایمان فی الاعمال۔ اس باب سے مطلوب یہ ہی کہ اہل ایمان میں بوجہ تفاوت فی الاعمال باہم تفاضل مسلم ہی جیسا کہ ہر دو حدیث مذکورہ فی الباب سے معلوم ہوتا ہی جس سے اعمال خیر کا مطلوب ومقصود ہونا خوب ظاہر ہوگیا اور مر کا بطلان بھی سمجھ میں آگیا۔

باب فان تابوا واقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم۔ اس آیت سے اور حدیث ابن عمر سے جو اس باب میں مذکور ہی اقامت صلوۃ اور ایتاء زکوۃ کی فرضیت اور ایمان کے لئے اعمال کی ضرورت ثابت ہوگئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حفظ دم

اور عصمت مال بدون اقامت صلوٰۃ ادائے زکوٰۃ میسر نہیں ہوگا۔

باب من قال ان الایمان ھو العمل لقول اللہ تعالیٰ وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ وقال عدۃ من اھل العلم فی قولہ تعالیٰ فوربک لنسئلنھم اجمعین عما کانوا یعملون عن قول لا الٰہ الا اللہ وقال لمثل ھٰذا فلیعمل العاملون۔

شروع کتاب الایمان میں مؤلف نے یہ ثابت کیا تھا کہ اعمال جزو ایمان ہیں اور ایمان شرعی میں داخل ہیں اب ایمان کا عمل ہونا بیان کرتا ہے جس سے اعمال کا ایمان ہونا اور ایمان کا عمل ہونا معلوم ہوگیا اور فیما بین ایمان و اعمال جانبین سے تعلق اور ارتباط قوی محقق ہوگیا اور اطلاق کل واحد منہما علی الآخر کی صحت میں بھی کوئی خلجان نہ رہا۔

اس سے اوّل تو مزعوم مرجیہ کا خوب بطلان ہوگیا دوسرے چونکہ آیات متعددہ میں عمل کا عطف ایمان پر موجود ہے جس سے فیما بین ایمان وعمل مغایرت ظاہر ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ ان آیات سے عدم اطلاق عمل علی الایمان پر کوئی حجت پیش کرے جو نصوص کتاب اللہ اور استعمالات سلف کے مخالف ہے کما صرح بہ العلامۃ السندھی رحمہ اللہ ایضا اسلئے اس باب میں ثابت کردیا کہ عمل کا اطلاق ایمان پر شرعاً مسلم ہے اور عمل ایمان کو بھی شامل ہے۔ تو اب کتاب اللہ میں جو عمل کا عطف ایمان پر کیا ہے اسکو عطف عام علی الخاص لمزید الاہتمام بالخاص سمجھنا چاہئے کما صرح العلامۃ السندھی یا عمل سے خاص اعمال جوارح مراد لئے جاویں جو مشہور اور ظاہر ہیں۔

استدلال میں جو آیۃ وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ کو ذکر کیا ہے تقریر استدلال میں اختلاف ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بما کنتم تعملون کے معنی بما کنتم تؤمنون ہیں مگر علامہ سندھی اسکو بعید فرماکر یہ کہتے ہیں کہ اسباب دخول جنت میں چونکہ ایمان سبب اعظم ہے

تو بہا کنتم تعملون میں اس کا داخل ہونا ضرور ہی جس سے ایمان کا عمل ہونا معلوم ہوتا ہی۔ ایسے ہی فرماتے ہیں کہ عدۃ اہل علم کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ قول لا الہ الا اللہ بھی عمل میں داخل ہی یہ مطلب نہیں کہ عمل اسی قول میں منحصر ہی اور غرض یہ ہی کہ حتی عن قول لا الہ الا اللہ میں کہتا ہوں یا اخیر میں وغیرہ من الاعمال کی قید لگا لو۔ اسی طرح پر لمثل ھذا فلیعمل العاملون میں بعض شراح عمل سے ایمان مراد لیکر استدلال فرماتے ہیں اور علامہ موصوف بقرینہ مقام ایمان کو عمل میں داخل مانتے ہیں اور فرماتے ہیں چونکہ ایمان اور عمل دونوں کا ذکر کا موقع اسلئے ضرور ہی کہ عمل ایمانکو بھی شامل ہو۔

اسکے بعد جو حدیث ابوہریرہ بیان کی اس میں اطلاق عمل علی الایمان صاف موجود ہی۔ ان سب امور سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ ایمان محض عمل ہی غیر عمل ایمان میں کچھ نہیں عمل قلبی ہو یا عمل جوارح۔ واللہ اعلم۔

باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقة وکان علی الاستسلام او الخوف من القتل لقوله تعالی قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا فاذا کان علی الحقیقة فھو علی قوله جل ذکرہ ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه۔

مابین العلماء اس بات میں اختلاف ہوا ہی کہ ایمان و اسلام میں باہم کیا تعلق ہی اور کیا نسبت ہی بعض ترادف اور اتحاد کو پسند کرتے ہیں اکثر نے تساوات کو ترجیح دی ہی بعض حضرات عام اور خاص فرماتے ہیں آیات قرآنی اور احادیث بھی مختلف الظاہر موجود ہیں جنکو محدثین اور متکلمین نے نقل فرمایا ہی اور موقع استدلال میں پیش کیا ہی اسلئے مولف رحمہ اللہ نے

اسلام کے دو معنی نقل فرمائے ایک استسلام و انقیاد ظاہری جو بطمع مال غنیمت یا بخوف قتل و اسر ظاہر کیا جاوے جسکو مجاز شرعی بھی کہتے ہیں دوسری حقیقۃ شرعی یعنی تمام امور دینیہ کا مجموعہ جس سے اختلاف نصوص بھی مندفع ہوگیا اور خلاف اہل علم بھی نزاع لفظی ہوگیا۔ نیز آیات و حدیث مثل قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا سے اور ارشاد او مسلما سے جو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہو ایمان اور اسلام میں مغایرت ظاہر ہوتی ہو جو صریح ابواب سابقہ کے مدعی کے مخالف ہے کیونکہ مغایرت اسلام سے مغایرت اعمال بھی لازم آتی ہو مؤلف کے اس باب سے اس شبہ کا بھی ازالہ بخوبی ہوگیا۔

باب کفران العشیر و کفر دون کفر

ترجمہ کو کتاب الایمان سے مناسبت نہیں معلوم ہوتی مؤلف رحمہ اللہ نے اسکے ساتھ کفر دون کفر فرما کر ترجمہ سے غرض اور کتاب الایمان سے ترجمہ کی مناسبت دونوں کی طرف اشارہ کر دیا۔

مؤلف رحمہ اللہ کو مناسب بمقام دو باتیں پیش نظر معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ کفر میں تشکیک ثابت کر کے اسکی ضد یعنی ایمان میں تشکیک بتلانا منظور ہو لان التشکیك فی الشئ تشکیک فی ضدہ۔

دوسرے یہ کہ معاصی کفر کے ماتحت و در کفر میں داخل ہیں جیسے اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں چنانچہ آیندہ باب میں اسکو کسیقدر تصریح سے بیان کریگا۔

کفر میں تشکیک اور معاصی کے کفر میں داخل ہونے سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض اعمال

کے ترک پر جو نصوص ہیں کفر کا اطلاق موجود ہی جیسے ترک صلوۃ اور ترک حج پر وہ اطلاق حقیقی ہی اُس میں تاویل کر کے اُسکو مجازی بنانا تکلف ہی کیونکہ کلی مشکک کا اطلاق اپنی جمیع افراد پر قوی ہوں یا ضعیف اطلاق حقیقی ہوتا ہی نہ مجازی نیز جب کفر میں تشکیک ہے تو یہی تشکیک سانب ایمان میں واجب التسلیم ہی جس سے روایات کثیرہ میں تاویلات سے نجات ہو گئی فالحمد للہ۔

باب المعاصی من امر الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها الا بالشرك لقول النبی صلی اللہ علیه وسلم انك امرؤ فيك جاهلية وقول الله تعالیٰ ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء۔

اس باب میں دو ترجمہ مذکور ہیں مگر مقصود اصلی اوّل ترجمہ ہی دوسرے ترجمہ کو دفع دخل سمجھئے مطلب یہ ہی کہ جس طرح اعمال خیر امور ایمانیہ اور ایمان میں داخل ہیں کما ظهر من الابواب السابقه اسی طرح معاصی امر جاہلیۃ یعنی امور شرکیہ میں شمار ہوتے ہیں اور ابواب سابقہ سے اعمال خیر کی ضرورت اور حاجت محقق ہوئی تھی اب اس باب سے معاصی کی قباحت اور مضرت خوب ثابت ہو گئی جنکے ملنے سے مرجئہ کا قول تو ایک حرف غلط ہو گیا مگر یہ اندیشہ ہی کہ اس ترجمہ سے خوارج یا معتزلہ طمع خام پکا نیکو تیار ہو جاویں اسلئے مؤلف محقق نے اُسکے بعد ولا یکفر صاحبها بارتکابها فرما کر اس طمع کو روکدیا۔ اور لقول النبی الخ اوّل کے ساتھ متعلق ہی اور قول اللہ تعالیٰ الخ دوسرے کی دلیل ہی اسکے بعد حدیث ابوذر کو ذکر کیا جو بالبداہۃ ترجمہ اصلی کے ساتھ مربوط اور مطابق نظر آتی ہی مگر جب یہ خیال کرتے ہیں کہ اس واقعہ سے حضرت ابوذر کے کمال ایمانی میں کسی بیوقوف

کو بھی چون وچرا کرنے کی گنجایش نہیں تو پھر امر ثانی کی مطابقت بھی پوری معلوم ہوتی ہی۔ اور اس باب سے مرجیہ اور خوارج ومعتزلہ سب کا بطلان ہوگیا۔ باقی یہ امر مکرر عرض کر چکا ہوں کہ مؤلف رحمہ اللہ جیسا بغرض تزین وتشخیذ بعض مواقع میں تصریح نہیں کرتا۔ ایسا ہی جہاں کسی وجہ سے تصریح کو خلاف مصلحت اور مخالف احتیاط سمجھتا ہی وہاں بھی اشاروں سے کام لیتا ہی۔

باب وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما فسمّاهم المومنین۔

جملہ فسمّاهم المومنین سے ظاہر ہوگیا کہ مؤلف رحمہ اللہ کو اس باب سے بھی پہلی ہی بات کو ثابت کرنا منظور ہی یعنی باب سابق میں جو خوارج ومعتزلہ کی تردید کی غرض سے جملہ ولا یکفر صاحبها بارتکابها الا بالشرک زائد کیا تھا اسی کو اس باب میں دیگر نصوص سے ثابت کرتا ہی چنانچہ آیت جسکو ترجمہ بنایا ہی اس میں باہم مقاتلہ کرنے والونکو مومن فرمایا ہی حالانکہ یہ مقاتلہ معصیت کبیرہ ہی ایسا ہی روایت ابوبکرہ اذا التقی المسلمان بسیفیهما الخ جو اس باب میں لایا ہی اس میں قاتل ومقتول کا فی النار ہونا بھی صاف مذکور ہی اور اس پر انکو مسلم بھی فرمایا گیا۔ ان سب سے معتزلہ اور خوارج کی تردید ظاہر ہی۔

باب ظلم دون ظلم

اس باب میں حدیث ابن مسعود جس میں ایّنا لم یظلم نفسه فانزل اللہ ان الشرک لظلم عظیم۔ مذکور ہی بیان کی ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ظلم عظیم تو شرک ہے

باقی جملہ معاصی یا دون میں داخل ہیں تو پہلے دو بابوں میں جو مؤلف رحمہ اللہ نے
کفر دون کفر اور المعاصی من امر الجاھلیۃ فرمایا تھا اُنکی تائید اور تحقیق کسیقدر
وضاحت سے معلوم ہوگئی اور ظاہر ہوگیا کہ معاصی شرک اور کفر میں داخل ہیں مگر ارشادِ
مؤلف لا یکفر صاحبہا بارتکابہا الا بالشرک کو مضبوطی سے پکڑے رہو ورنہ نیکی
برباد گناہ لازم کا محمل یہ عاجز ہی نہو گا مؤلف رحمہ اللہ کو بھی ای روشنی طبع تو بر من بلا شدی
کا مصداق بنناپڑیگا۔ انہیں خطرات سے مؤلف رحمہ اللہ نے صاف نہیں فرمایا بلکہ
عنوان بدل بدل کر متعدد ابواب میں اشارات سے اپنا مدعی ظاہر کیا ہی واللہ تعالےٰ اعلم

باب علامات المنافق

کفر و معاصی شرک کے بعد نفاق کو بیان کرتا ہی۔ ترجمہ سے معلوم ہوتا ہی کہ علامات نفاق
متعدد ہیں جنکو بیان کرنا منظور ہی۔ اُسکے بعد اول حدیث میں تین اور دوسری میں چار
علامتیں صریح مذکور ہیں اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مثل کفر نفاق میں بھی فرق مراتب اور
کمی زیادتی ضرور ہی اور حدیث ثانی میں جو اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا
ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا۔
مذکور ہی اُسکو دیکھکر تو نفاق میں کمی زیادتی اظہر من الشمس نظر آتی ہی۔ تو اب علاوہ مطلب ظاہر
کے دو باتیں خیال میں آتی ہیں ایک یہ کہ اس باب میں ابواب سابقہ ظلم دون ظلم وغیرہ کی
تائید کی طرف بھی اشارہ ہی دوسرے یہ بتلانا مقصود ہی کہ جیسے معاصی امور کفریہ ہیں۔
ایسے ہی جن افعال کو علامت نفاق فرمایا ہی وہ افعال نفاق میں داخل ہیں اور جس طرح
کفران عشیر پر کفر کا اطلاق صحیح ہی اسی طرح کذب و خیانت وغیرہ کو نفاق کہنا درست ہی

حضرات علماء جو ان روایات کی تاویلات مختلف فرما رہے ہیں کہ بعض تو نفاق کی دو قسمیں ایک نفاق فی العقیدہ دوسرے نفاق فی العمل بنا کر ان احادیث کو نفاق فی العمل پر محمول فرماتے ہیں اور بعض علماء مجموعہ علامات ثلثہ کو جو کہ اول حدیث میں ہیں اور مجموعہ علامات اربعہ کو جو حدیث ثانی میں مذکور ہیں ایک ایک علامتہ قرار دیکر معنی بنانے چاہتے ہیں اب کسی کی حاجت نہیں فعلیک بالتامل الصادق۔ واللہ اعلم۔

باب تطوع قیام رمضان من الایمان

علمائے محدثین وغیرہ حضرات نے جو اعمال کو ایمان میں داخل رکھا ہے اُن میں دو جماعتیں ہیں ایک جماعت کا قول ہے کہ فرائض ایمان میں داخل ہیں دوسری جماعت فرائض و نوافل جملہ اعمال کو داخل فرماتے ہیں غالباً اسلئے مؤلف رحمۃ اللہ نے اس ترجمہ میں لفظ تطوع زائد فرما کر قول ثانی کی رجحان کی طرف اشارہ فرما دیا۔ واللہ اعلم۔

باب الدین یسر وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمحۃ

ترجمۃ الباب اور حدیث کا مطلب اور باہم توافق بالکل ظاہر ہے مگر ظاہر مطلب کے ساتھ اعمال کے داخل فی الایمان ہونیکی طرف بھی اشارہ ضرور معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ابواب سابقہ و لاحقہ سے بھی سمجھا جاتا ہے نیز معتزلہ اور خوارج کے تشددات کی طرف بھی تعریض ہے۔ واللہ اعلم۔

باب الصلوۃ من الایمان وقول اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم یعنی صلوتکم عند البیت

اس میں اتنی بات قابل ذکر ہی کہ عند البیت کی قید میں چونکہ خلجان ہی اسلئے
بعض شراح اسکو تصحیف پر حمل فرماتے ہیں اور بعض اہل تحقیق اسکی تاویل کرتے ہیں
جو تکلّف سے خالی نہیں ہماری رای میں بہتر یہ ہی کہ کوئی تاویل نکیجاوے اور حسب ظاہر
ظرف کو صلوۃ ہی کے متعلق رکھا جاوے یعنی صلوتکم الی البیت المقدس عند البیت
اگر الی البیت کہتے تو تاویل کی ضرورت ہوتی یا مجبوراً تصحیف مانی جاتی عند البیت کہنا
اس کا قرینہ ہی کہ یہ نمازیں الی البیت نہیں اور جب الی البیت نہونگی تو بالضرور الی بیت المقدس ہونگی
جسمیں خلجان کی گنجائش نہیں البتہ اتنا اور کہنا ہوگا کہ قبل ہجرت عند البیت الی بیت المقدس
جو نمازیں ہوئیں وہ چونکہ بہت ہیں اور ہر عند البیت یعنی مسجد حرام افضل اور مقدس مقام
ہی اُنکا ضائع ہونا بہت مستبعد ہی اسلئے اُن نمازوں کی تصریح مناسب اور مفید ہوئی بخلاف
اُن نمازوں کے جو بعد ہجرت بیت المقدس کی طرف پڑھی گئیں کہ نہ وہ اس کثرت سے ہیں
اور نہ مسجد حرام میں پڑھی گئیں نیز شان نزول سے بھی زیادہ موافق اور مربوط ہی فتأمل
ولا تعجل۔ واللہ اعلم۔

باب زیادۃ الایمان ونقصانہ وقول اللہ الخ

مؤلف رحمہ اللہ کتاب الایمان میں ترجمہ اولی میں یزید وینقص بیان کر چکا ہی
اُسکے بعد متعدد تراجم میں ایمان کے لئے تفاوت مراتب مختلف عنوانات سے بتلا چکا
ہی جنکے متعلق اُن مواقع میں ہم بھی عرض کر چکے ہیں اب اس باب میں پھر زیادت و نقصان
فی الایمان کو ترجمہ بنایا ہی جسکا مطلب وہی ہی جو ترجمہ اولی کا تھا عنوان بھی متغیر نہیں کیا
جس سے ترجمہ کی تکرار کا خلجان ہوتا ہی اسلئے عرض ہی کہ ابواب سابقہ میں یہ تو معروض

ہوچکا ہی کہ باب اوّل میں مؤلف نے ایمان کامل یعنی مجموعہ تصدیق و اعمال میں زیادت و نقصان ثابت کیا ہی اب اِس باب میں تأمل کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ شرائع اور احکام یعنی مؤمن بہ کی زیادتی اور کمی سے ایمان میں زیادتی اور کمی ثابت کرتا ہی آیات و احادیث مذکورہ فی الباب میں غور کرنے سے ہماری غرض کی انشاء اللہ تصدیق ہوسکتی ہی الحاصل نفس ایمان۔ اعمال۔ دونوں کا مجموعہ۔ مؤمن بہ۔ ان جملہ وجوہ سے ایمان میں تفاوت اور زیادتی کمی کو مؤلف رحمہ اللہ نے ابواب مختلفہ میں نصوص صحیحہ سے ثابت کر دیا اور احتیاط اور اتباع سلف کو ملحوظ رکھکر واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب خوف المؤمن من ان یحبط عملہ وھو لا یشعر۔

وقال ابراھیم التیمی ما عرضت قولی علی عملی الا خشیت ان اکون مکذبا وقال ابن ابی ملیکۃ ادرکت ثلاثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلھم یخاف النفاق علی نفسہ ما منھم احد یقول انہ علی ایمان جبریل ومیکائیل ویذکر عن الحسن انہ قال ما خافہ الا مؤمن ولا امنہ الا منافق۔ وما یحذر من الاصرار علی التقاتل والعصیان من غیر توبۃ لقول اللہ تعالیٰ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون۔

اِس باب میں دو ترجمہ ہیں اوّل ترجمہ کے اثبات کیلئے ابراہیم تیمی وغیرہ تابعین کے اقوال مذکور ہیں اور دوسرے ترجمہ کے ساتھ آیت قرآنی کو لایا اُسکے بعد دو روایتیں ذکر کیں جنکا صریح تعلق ترجمہ ثانی سے معلوم ہوتا ہی۔

غالباً ترجمہ اوّل سے یہ غرض ہی کہ مؤمن کو نفاق سے خائف رہنا چاہیے اور ترجمہ

ثانی سے مقصود صریح تخویف عن المعاصی ہی الحاصل ضروریات اور تکملات ایمان سے فارغ ہو کر مفسدات و مضرات ایمانی کو بتلانا منظور ہی جو دو چیزیں ہیں اوّل نفاق دوسرے معاصی مع الاصرار بلا توبہ اور اصرار بغیر توبہ چونکہ روایات باب میں مذکور نہیں تھا تو اُسکے اثبات کیلئے ترجمہ کے ساتھ آیت کو بیان کر دیا۔ اور مرجیہ کا ابطال بھی ہو گیا چنانچہ روایت اولی میں صریح مذکور ہی۔ باقی ابن ابی ملیکہ کا یہ ارشاد ما منہم احد یقول انہ علی ایمان جبریل ومیکائیل۔ اس کا مطلب یہی ہو کہ سلف سے ایسے کلمات منقول نہیں اور مغلطہ کا بھی اندیشہ ہو ان سے احتراز مناسب ہے چنانچہ امام ابو حنیفہ نے جب بذیل تحقیق مسئلہ ایمان ایمانی کایمان جبرئیل فرمایا تو اُسکے بعد ولا اقول ایمانی مثل ایمان جبریل بڑھا کر مغلطہ کا انسداد کر دیا امام محمد نے لوگوں کی حالت دیکھی اُنہوں نے فرمایا لا اقول ایمانی کایمان جبرئیل بل اقول آمنت بما آمن بہ جبرئیل اور احتیاط میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا جو اس پر بھی نہ سمجھے اُس سے خدا سمجھے آدمی کے بس سے یہ باہر ہی دیکھیے خود امام بخاری جیسے مقدس محتاط کو مسئلہ خلق قرآن میں باوجود احتیاط کامل کیا کیا پیش آیا قرآن مجید کی منقبت میں جو یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا فرمایا ہے اس منقبت میں سے اکابر کو بھی حساد کی بدولت حصہ ملتا رہا ہی۔

باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعۃ وبیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ ثم قال جاء جبریل علیہ السلام یعلمکم دینکم فجعل ذلک کلہ دینا وما بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوفد عبد القیس من الایمان وقولہ تعالیٰ ومن یبتغ غیر الاسلام

دینا فلن یقبل منه۔

مؤلف رحمہ اللہ نے ترجمہ میں تین باتیں ذکر فرمائیں اول سوال جبریل جو انہوں نے چار سوال ماالایمان اور ماالاسلام اور ماالاحسان اور متی الساعۃ آپ سے کئے تھے اور آپ نے چاروں کے جواب بیان فرمائے تھے۔ دوسرے وفد عبد القیس کو جو آپ نے امر بالایمان فرمایا تھا اور ایمان کی تشریح بیان فرمائی تھی تیسرے قول سبحانہ وتعالیٰ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ امر اوّل سے جو مؤلف کو مقصود ہی فجعل ذلک کلہ دینا کہکر اُسکو ظاہر کردیا یعنی اصول وفروع عقائد واعمال ایمان واسلام اخلاص واخلاق سب دین میں داخل ہیں اور تینوں ترجموں میں یہی اوّل ترجمہ مؤلف کو مقصود ہی صرف اسی کے لئے حدیث مسند بھی ذکر کی ہی اور مؤلف نے جو امور ابواب سابقہ متفرقہ میں بیان کئے تھے وہ اس ایک باب میں معہ شیٔ زائد آگئے۔ اور اس حدیث میں ایمان سے تصدیق قلبی مراد ہی اور ان تعبد اللہ سے مراد توحید باللسان ہی جسمیں کلمہ شہادت بھی داخل ہی کما صرح العلامۃ السندھی۔ حدیث عبد القیس میں انہیں امور کو ایمان فرمایا اور آیۃ کریمہ میں اسلام کو دین فرمایا سو ان نصوص سے اسلام ایمان دین میں ایک کا اطلاق دوسرے پر صحیح ہوا اور سلف اطلاقات واردہ فی النصوص کا اتباع پسند کرتے تھے مباحث کلامیہ مستخرجہ متاخرین کی طرف راغب نہوتے تھے کما صرح بہ الشارحون اور مؤلف کے اس باب سے تمام ابواب سابقہ کی صحت معلوم ہوگئی جن میں اس قسم کی اطلاقات موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب اسکے بعد مؤلف نے باب بلا ترجمہ ذکر کیا اور حدیث ہرقل جو بدء الوحی میں

مطول گزر چکی ہی اُسکا مختصر حصہ اُس میں بیان کیا سألتك هل يزيدون ام ينقصون فزعمت انهم يزيدون وكذلك الايمان حتى يتم وسألتك هل يرتد احد منهم سخطة لدينه بعد ان يدخل فيه فزعمت ان لا وكذلك الايمان حين تخالط بشاشته القلوب لا يسخطه احد - حضرت شارحین نے اسکے متعلق مختلف خیالات ظاہر فرمائے ہیں جو شروح میں موجود ہیں ہماری رائے میں مناسب اور مفید یہ ہے کہ عنقریب مؤلف رحمہ اللہ باب خوف المومن الخ میں نفاق اور حبط سے سب کو ڈرا چکا ہی حتےٰ کہ اپنے ایمان پر اعتماد کرنے کو علامتہ نفاق نقل کر چکا ہی اب اُسکی مکافات میں یہ بتلانا چاہتا ہی کہ جنکے قلوب میں ایمان ایک دفعہ راسخ ہو گیا اور شرح صدر ہو چکا اُنکو مامون العاقبت سمجھنا چاہیئے - اُنکے ایمان میں خلل اور زوال نہیں آتا اور مرتد وہی ہوتا ہی جسکا ایمان تہ دل میں داخل نہوا تھا شرح صدر کے بعد ارتداد سے بھی باذن اللہ محفوظ رہتا ہی مگر غالبًا بوجہ احتیاط و اندیشہ غلط فہمی مصرح کہنا نہیں چاہتا - اور یہ بھی بعید نہیں کہ بغرض تشحید و احتیاط ایسا کیا ہو - تو اب اگر یہاں ترجمہ جدید نکالا جاوے جیسا کہ اصول میں بذیل ابواب بلا تراجم معروض ہو چکا ہی تو بہتر یہ ہی کہ آیت فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام یا ارشاد ومن يهد الله فما له من مضل کو ترجمہ بنایا جاوے کہ مقام اور مؤلف کے طرز دونو کے مناسب ہے - اسی کے ساتھ یہ بھی ہی کہ ہرقل کے کلام میں لفظ وكذلك الايمان دو جگہ موجود ہی اوّل سے مراد دین اور دوسرے سے تصدیق قلبی مراد ہی تو مؤلف نے جو مدعیٰ اس سے پہلے باب میں ثابت کیا تھا اُسی کے موید قول ہرقل بھی ہی تو اب اس باب کو پہلے باب کے متعلقات میں بھی شمار کر سکتے ہیں اسلیئے ممکن ہی کہ مؤلف کے خیال میں

یہ بھی ہو اور تعدد فوائد بھی موجب ترک ترجمہ ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب فضل من استبرأ لدینہ۔ پہلے امرار علی المعاصی سے ڈرا چکا ہے اب اُسپر ترقی کرکر یہ بتلاتا ہے کہ دین کی حفاظت اور صفائی کے لئے امور مشتبہ سے بچنا بھی ضرور ہے۔ اور لطیف اشارہ اس طرف بھی معلوم ہوتا ہے کہ توبہ پر اعتماد کرکر معصیت کا مرتکب نہونا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب اداء الخمس من الایمان

ایسے ابواب بکثرت اور مختلف مواقع میں مذکور ہو چکے ہیں بظاہر اس باب میں کوئی امر جدید نہیں معلوم ہوتا غایت مافی الباب لفظ ادامیں اس طرف اشارہ ہو کہ الصلوٰۃ من الایمان اور الزکوٰۃ من الاسلام وغیرہ ابواب جو گذر چکے اُن میں بھی اسی کے مثل مناسب مقام کوئی لفظ بڑھالیا جاوے چنانچہ حدیث عبدالقیس جو اس باب میں مذکور ہے اُسمیں اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصیام رمضان صریح موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ ولکل امرء مانوی فدخل فیہ الایمان والوضوء والصلوٰۃ والزکوٰۃ والحج والصوم والاحکام الخ۔

مؤلف رحمہ اللہ ایمان اور اعمال اور اجتناب معاصی جملہ امور متعلقہ بالایمان سے فارغ ہوکر سب سے اخیر میں دو باب بیان کرتا ہے اوّل باب سے یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ جملہ اعمال خیر مذکورہ سابقہ جنمیں ایمان بھی داخل ہے اُن کا مدار اور منشا نیت خالص لوجہ اللہ ہے ایسا ہی معاصی سے اجتناب اور ترک وہی مطلوب ہے جسکا باعث ابتغاء وجہ اللہ ہو بدون نیت صالحہ صادقہ کوئی عمل خیر مفید نہیں اور نہ وہ طاعت میں شمار ہو سکتا ہے اسلئے

اس کا اہتمام سب سے اہم امر ہے۔ واللہ اعلم۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتہم وقولہ تعالیٰ اذا نصحوا للہ ورسولہ۔

اس باب میں جریر بن عبداللہ سے دو روایتیں منقول ہیں ایک میں الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتہم وارد ہے دوسری میں فقط والنصح لکل مسلم موجود ہے مگر روایت اول شروط مؤلف کے مطابق نہیں اسلئے مؤلف نے حسب عادت اول کو ترجمہ بنایا اور دوسری روایت کو مسنداً نقل کیا اور اسمیں جو کمی تھی اسکو آیت سے پورا کر دیا اور اس محل میں مقصود اصلی مؤلف کو غالباً والنصح لکل مسلم کا بیان کرنا ہے جو دونوں روایتوں مذکورہ فی الباب میں مروی ہے مقصود یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ نصح اور اخلاص کرنا اسلام اور دین میں داخل ہے اور ترک نصح موجب خلل و نقصان ہے جس سے غش و خداع مع المسلم کی مضرت خوب ظاہر ہو گئی اسلئے جملہ امور ایمانیہ کے ساتھ اسکا بھی اہتمام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور عباد مومنین سے معاملہ صحیح کرنا کمال ایمانی ہے۔ واللہ الموفق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب العلم

باب فضل العلم وقول اللہ تعالیٰ یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر وقولہ عزوجل وقل رب زدنی علما

اس باب میں حدیث مسند بیان نہیں کی دو آیتیں جو ترجمہ کے ساتھ مذکور ہیں اور اثبات ترجمہ کے لئے ہر ایک آیت کافی ہے ان پر اکتفا کیا کما مر فی الاصول۔

علاوہ ازیں کتاب العلم میں جگہ جگہ احادیث مسندہ دالہ علی فضل العلم کثرت سے موجود ہیں

باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثہ فاتم الحدیث ثم اجاب السائل

مطلب یہ ہی کہ علی الفور جواب دینا ضرور نہیں بلکہ ضرورت لاحقہ سے فارغ ہو کر باطمینان جواب دیسکتا ہی۔

معہذا بعض روایات میں اہل مجلس کی بات کو قطع کرنے کی ممانعت آئی ہی کما فی البخاری عن ابن عباس۔ سو اس باب سے معلوم ہو گیا کہ وہ ممانعت وہیں ہی جہاں اہل مجلس کا حرج ہو اور ملال کا محتمل ہو اور حاجت کی وجہ سے کلام مختصر کی اجازت ہی۔

آپ کی تقریر یعنی سکوت سے یہ اجازت ثابت ہو گئی۔ واللہ اعلم۔

باب من رفع صوتہ بالعلم

جہر مفرط نہ آپکی شان کے مناسب ہے نہ علم دین کے مگر حدیث باب سے معلوم ہو گیا کہ بوقت ضرورت رفع صوت مباح بلکہ مستحسن ہے البتہ بسبب قلت مبالات یا بوجہ تجبر و تکبر مذموم ہی۔

باب طرح الامام المسئلۃ علی اصحابہ لیختبر ما عندھم من العلم

اس سے علم کی طرف اعتناء اور اُسکا اہتمام معلوم ہوتا ہی اور علم کی طرف ترغیب اور تحریص ظاہر ہوتی ہی اسکے سوا نھی عن الاغلوطات مروی ہی اُس سے ممانعت امتحان کی طرف وہم جا سکتا ہی اُسکا بھی دفعیہ ہو گیا۔

باب ماجاء فی العلم و قول اللہ تعالٰی وقل رب زدنی علما۔

اگر اس باب کو قائم رکھا جاوے تو غالباً اس باب سے احتیاج اور ضرورت الی العلم اور طلب علم کا اثبات منظور ہی کیونکہ فضل العلم تو گذر چکا ہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

باب ما یذکر فی المناولۃ وکتاب اھل العلم بالعلم الی البلدان الخ

قرأۃ وعرض کے بعد مناولہ اصطلاحی کا اثبات مقصود ہی چونکہ اُسکے اثبات میں احادیث سے تنگی نظر آتی تھی اسلئے مؤلف نے اُسمیں وسعت اور سہولت ظاہر کرنیکی غرض سے اُسکے مناسب اور مشابہ دوسرا ترجمہ وکتاب اھل العلم بالعلم الی البلدان منعقد کر کے مسند حدیثیں ذکر فرمائیں جو ترجمہ ثانی پر صریح دال ہیں مگر مقصود اصلی ان سب سے ترجمہ اولی کا اثبات ہی اور متعدد مواقع میں مؤلف نے ایسا کیا ہی کما ذکرنا فی الاصول۔ ترجمہ ثانی میں کتاب بخاری اور امثالہ کا شمول بھی ممکن ہی۔

باب من قعد حیث ینتھی بہ المجلس ومن رای فرجۃ فی الحلقۃ فجلس فیھا۔

اس باب میں حلقہ علم میں بیٹھنے کی صورتیں بیان کرنا منظور ہی خلاصہ یہی ہی کہ حلقہ میں بیٹھنا افضل ہی اور حلقہ سے خارج بیٹھنا اُسکے بعد ہی۔

حدیث میں جو مذکور ہی واما الآخر فاستحیا شراح رحمہم اللہ نے اُسکو دو معنی تحریر فرمائی ہیں ایک یہ کہ اُسکا ارادہ شرکت مجلس کا نہ تھا بوجہ حیا شریک ہوگیا بعض روایات بھی اس کی مؤید ہیں۔ دوسرے یہ کہ اہل مجلس سے حیا کر کے اُنکی مزاحمت نکی اور پیچھے بیٹھ گیا۔ سو معلوم ہوگیا کہ صورت اولی ان دونوں صورتوں سے افضل اور مستحسن ہی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رب مبلغ اوعی من سامع

اوعی کے معنی احفظ اور افہم دونوں ہیں اسلئے تبلیغ علم میں دو فائدے ہیں ایسے ہی عدم تبلیغ میں دو نقصان ہونگے سو اس سے تبلیغ علم کی ضرورت اور منفعت اور عدم تبلیغ کی مضرت خوب محقق ہوگئی۔

باب العلم قبل القول والعمل - اس باب میں بذیل ترجمہ چند آیات اور احادیث اور اقوال صحابہ مذکور ہیں انہیں پر اکتفا کیا حدیث مسند نہیں لایا جنسے علم اور تعلیم و تبلیغ کی فضیلت اور تاکید ظاہر ہوتی ہے - وانما العلم بالتعلم یہ جملہ بیچ میں مؤلف نے بڑھا دیا کہ جیسے قول اور عمل کا مدار علم پر ہے ایسا ہی علم تعلم پر موقوف ہے اسلئے تحصیل علم میں جد و جہد ضروری ہے - اس میں بھی گفتگو ہے کہ ترجمہ میں قبلیت سے مراد تقدم زمانی ہے جیسا کہ ظاہر معلوم ہوتا ہے یا تقدم بالشرف والرتبہ مراد ہے جیسا کہ نصوص واقوال مذکورہ فی الباب سے مترشح ہوتا ہے اچھا یہ ہے کہ قبلیت مذکورہ کو دونوں سے عام کہا جاوے خلاصہ یہ ہے کہ تعلیم اور عمل دونوں سے تعلّم اہم و اقدم ہے واللہ تعالیٰ اعلم -

اسکے بعد دو باب مذکور ہیں اوّل کا ترجمہ ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ والعلم کیلا ینفروا - دوسرے باب کا ترجمہ من جعل لاہل العلم ایاما معلومۃ ذکر کیا ہے غرض دونوں سے ایک ہے اور دونوں میں روایت ابن مسعود کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ منقول ہے -

دونوں کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صحابہ کے نشاط وملال حوائج و فراغ کا لحاظ اور رعایت ملحوظ رکھکر تذکیر و تعلیم فرماتے تھے ایسے ہی عبد اللہ بن مسعود آپکے بعد یوم خمیس میں اپنے اصحاب کو تذکیر و توعیظ فرماتے تھے اور باوجود اصرار روزانہ تذکیر سے احتراز کرتے تھے کہ ایسا نہو سامعین ملول ہوکر کوتاہی کرنے لگیں بالجملہ ان بابوں سے بھی تعلیم و تذکیر کا اہتمام اور اہمیت و انتظام نکلتا ہے - احب الدین ما داوم علیہ صاحبہ

باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین -

باب ۔ الفہم فی العلم ۔

یہ دونوں باب متصل مذکور ہیں اوّل کا ترجمہ فقہ فی الدین سمجھیے دوسرے باب کا ترجمہ فہم فی العلم ہی دونوں کا مطلب قریب قریب ہے ترجمہ اولی سے جوکہ بعینہ حدیث کا جملہ ہی اور نیز حدیث مفصل سے جو باب میں مذکور ہی دو امر ظاہر ہوتے ہیں ایک یہ کہ فقہ فی الدین خیر عظیم ہی دوسرے فقہ فی الدین محض عطائے خداوندی ہی جیسے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی وانما انا قاسم فرماکر اپنا عذر ظاہر فرماتے ہیں جس سے فقہ فی الدین کی عظمت اور فضیلت ظاہر ہوتی ہی ۔

دوسرا ترجمہ الفہم فی العلم اُسکے لئے حدیث ابن عمر من الشجر شجرۃ الخ جو چند باب پہلے بھی مذکور ہو چکی ہے لایا ہی سو اس سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ فضل فہم کو بیان کرنا مقصود ہی اس پر بعض اہل تحقیق نے اعتراض کیا ہی کہ حدیث میں کوئی لفظ دال علی الفضل موجود نہیں مگر یہ اعتراض صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مؤلف نے قریب بعید حدیث ابن عمر کو مختلف ابواب میں ذکر کیا ہی سو لفظ دال علی فضل فہم متعدد روایات میں موجود ہی عنقریب کتاب العلم کے اخیر میں یہ حدیث موجود ہی جسمیں حضرت عمر کا ارشاد لان تکون قلتہا احب الی من ان یکون لی کذا وکذا ۔ دال علی الفضل مذکور ہی اور مؤلف رحمہ اللہ نے مختلف ابواب میں ایسا کیا ہی کہ لفظ دال علی الترجمہ حدیث میں موجود نہیں مگر دوسرے موقع میں اسی حدیث میں چونکہ وہ لفظ موجود ہی تو یہ کافی سمجھا جاتا ہی کما مر فی الاصول ۔ اسلئے الفہم فی العلم کے ظاہری معنی ترک کرکے معنی غیر ظاہر کی طرف توجہ کرنیکی حاجت نہیں معلوم ہوتی ۔ اور اصغر القوم کے سمجھ لینے اور کبار پر مخفی

رہنے سے ارشاد واللہ یعطی کی تائید بھی معلوم ہوگئی جو اوّل باب میں گذرا واللہ تعالےٰ اعلم

باب۔ الاغتباط فی العلم والحکمۃ وقال عمر رضی اللہ عنہ تفقھوا قبل ان تسوّدوا۔ وقد تعلّم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کبر سنّھم۔ ترجمہ سے تحریص اور تحریض علی العلم مقصود ہی اُسی کی تائید کی غرض سے حضرت عمر کا ارشاد بیان کیا جسکا مطلب یہ ہی کہ سیادت و ریاست اور بڑائی سے پہلے علم حاصل کرلو کیونکہ کسی قسم کی سیادت اور بڑائی کے بعد آدمی کو اور ضروری مشاغل پیش آجاتے ہیں جنکی وجہ سے تحصیل علم کی فرصت و فراغت میں تنگی آجاتی ہی اور حیا و شرم بھی بسا اوقات مانع ہوجاتی ہی اور بڑے ہوکر کوئی نہ کوئی سیادت عادۃً سر پڑہی جاتی ہی کم سے کم اپنی اہل و اولاد ہی کی سہی اسکے بعد مؤلف رحمہ اللہ نے بنظر احتیاط وقد تعلم الخ اپنی طرف سے فرماکر مطلب کو ظاہر کردیا یعنی حضرت عمر کا مطلب یہ ہی کہ قبل السیادۃ علم حاصل کرنے میں سعی ضروری ہی یہ غرض نہیں کہ اگر کوئی قبل سیادت تحصیل علم سے محروم رہا تو وہ بعد سیادت تحصیل نکرے دیکھ لو خود حضرت عمر اور علی العموم حضرات صحابہ نے بڑے ہوکر علم حاصل کیا۔

باب ما ذکر فی ذھاب موسیٰ فی البحر الی الخضر علیہما السلام وقولہ تعالیٰ ھل اتبعک علی ان تعلمن الآیۃ اس ترجمہ سے مؤلف کا مقصود کیا ہی اسکے متعلق مؤلف نے کچھ نہیں فرمایا قصہ موسیٰ وخضر علیہما السلام کو ترجمہ بنادیا مگر ظاہر ہی کہ قصہ مذکور کے بیان کرنے سے کتاب العلم کے متعلق کوئی امر ثابت کرنا ضرور مقصود ہی نفس قصہ کو اس موقع میں مقصود نہیں کہہ سکتے سو ظاہر نظر ادھر جاتی

ہی کہ طلب علم کے لئے سفر کرنے کو ثابت کرتا ہی مگر دو باب کے بعد باب الخروج فی طلب العلم منعقد فرما کر پھر اسی حدیث کو ذکر کرتا ہی اب اسکے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ مؤلف کی غرض اس باب میں خروج فی البحر ہو اور آیندہ باب میں مطلق خروج ثابت کرنا مقصود ہو۔ مگر بہتر یہ ہی کہ باب موسیٰ علیہ السلام سے یہاں تعلّم بعد السیادۃ مقصود ہو اور باب آیندہ میں خروج فی طلب العلم بالتصریح مقصود ہی تو اب کسی تکلف کی حاجت نہیں اور مواقع میں بھی ایسا کیا ہی کہ باب سابق کے متعلق کسی امر کی تحقیق و تکمیل دوسرے باب میں کی ہی چونکہ باب سابق میں قد تعلم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کبر سنہم مجملاً بذیل ترجمہ بیان کیا تھا اب اُسکی تکمیل بالاستقلال فرمادی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سید سادات العالم ہو کر دیکھہ لو تعلم علم کے لئے اپنے شوق سے کسقدر جد وجہد فرمائی اور علم بھی وہ جو علم ضروری سے زائد اور حضرت کلیم اللہ کے علم سے مفضول ان امور کو لحاظ کرکے ضرور خیال اِدھر جاتا ہی کہ حضرت موسیٰ شاید بغرض تعلّم تشریف نہ لیگئے ہونگے حضرت خضر کی ملاقات اور اُنکے علم کے مشاہدہ کے شوق میں تشریف لیلئے ہونگے چنانچہ حضرت سید المرسلین نے بھی وددنا ان موسیٰ کان صبر حتی یقص اللہ علینا من خبرھما۔ فرما کر اظہار شوق فرمایا ہی غالباً اسی خیال کے روکنے کی غرض سے مؤلف نے ترجمۃ الباب کے ساتھ قول جناب باری ھل اتبعك علی ان تعلمن کو ذکر کیا ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہی کہ ذھاب موسیٰ فی البحر الی الخضر مشہور و منقول کے خلاف ہی حضرت موسیٰ خشکی میں سفر کرکے حضرت خضر سے ملے ہیں نہ بحر میں شراح محققین نے اسکی متعدد تاویلیں فرمائی ہیں مثلاً الی الخضر میں الی کو بمعنی مع فرمایا ہی یا بحر سے ناحیت البحر اور طرف

البحر مراد لیا ہی مگر سہل یہ ہی کہ الی او بحر کو اپنے ظاہر پر چھوڑ کر یہ کہا جاوے کہ الی الخضر سے پہلے واو عطف کو ذکر نہیں کیا کہ اعتماداً الی فہم السامع واو عطف کو بسا اوقات ذکر نہیں کرتے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس اللہم علمہ الکتاب

اس واقعہ سے علم اور حضرت ابن عباس دونوں کی عظمت وفضیلت بالبداہتہ ظاہر ہوتی ہی اسی لئے مؤلف نے اس روایت کو کتاب العلم اور مناقب ابن عباس دونوں جگہ میں ذکر کیا ہی اسی کیساتھ یہ بھی سمجھ میں آتا ہی کہ علم چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ کا خاص انعام اور عطا ہی جیسا کہ باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین میں ابھی مذکور ہو چکا تو آدمی کیسا ہی ذہین و فہیم ہو اور تعلم علم میں کتنی ہی جد وجہد کرے ہرگز قابل اعتماد نہیں بلکہ توجہ اور التجاء الی اللہ سبحانہ ضرور ہی بدون اسکے ارادہ خیر کی یہ نعمت میسر نہیں ہو سکتی یعنی ضروریات تعلم میں دعا و التجا الی اللہ بھی ہی اسلئے فہم اور سعی کے ساتھ اسکی بھی اشد حاجت ہی۔

باب من یصح سماع الصغیر

یہ امر ظاہر ہی کہ سماع سے تحمل مراد ہی۔ مؤلف نے دو واقعہ جزئی بیان کئے ہیں کوئی امر دال علی تحدید مذکور نہیں مگر دونوں روایتوں کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مقصود یہ ہی کہ صحت تحمل و سماع کے لئے کوئی حد معین نہیں بلکہ مطلق سن تمیز و تعقل سن صحت سماع ہی ھکذا قال العلامۃ السندھی وغیرہ۔

باب فضل من علم وعلم

چند باب سابقہ تعلم کے متعلق بیان کر کر اب چند باب تعلیم کے متعلق بیان کرتا ہی ترجمہ کا مطلب مجموعہ امرین کی فضیلت ہی نہ ہر واحد کی یعنی علم ثم علم۔ یہ مطلب نہیں کہ فضل من علم وفضل من علم۔ جیسا کہ روایت باب سے ظاہر ہوتا ہی۔

باب رفع العلم وظهور الجهل ۔ وقال ربیعة لا ینبغی لاحد عندہ شئ من العلم ان یضیع نفسہ

مؤلف کی غرض یہ ہے کہ رفع علم اور ظہور جہل علامت قیامت ہے جیسا کہ حدیثیں مذکورین فی الباب میں مصرح موجود ہے اور شرائط ساعت کا انسداد اور اُن سے احتراز ضروری ہے سو رفع علم اور ظہور جہل کے انسداد اور اُس سے احتراز کی یہی صورت ہے کہ تبلیغ و اشاعت علم میں سعی کی جاوے کیونکہ ظہور جہل کی یہی صورت ہوگی ۔ کہ اہل علم ختم ہو جاویں اور جہال باقی رہجاویں کما ورد فی الحدیث اور اس کا تدارک بجز اشاعت علم اور کچھ نہیں ۔ الحاصل مؤلف کی غرض ترجمہ سے تعلیم و تبلیغ ہے جسکو قول ربیعہ بیان کر کے واضح کر دیا ۔ اضاعت نفس سے مراد کتمان علم اور عدم تبلیغ ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

باب فضل العلم ۔ یہ ترجمہ بعینہ شروع کتاب العلم میں گذر چکا ہے اسلئے شارحین رحمہم اللہ نے فرمایا کہ فضل کے دو معنی ہیں فضیلت اور فاضل عن الحاجة اور اوّل میں اوّل معنی اور ثانی میں ثانی مراد ہیں جس سے خدشہ تکرار بسہولت زائل ہو گیا ۔ مگر مقصود ترجمہ میں اور حدیث ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب جو اس باب میں مذکور ہے اسکی تطبیق میں علما کے کلمات مختلف ہیں ہمارے نزدیک راجح اور اقرب یہ ہے کہ ترجمہ سے مؤلف کی غرض یہ ہے کہ جو علم کسی کی حاجت اور ضرورت سے زائد ہو اُسکا کیا حکم ہے مثلاً کوئی مفلس و معذور و ضعیف و مجبور ایسا ہے کہ اُسکو عبادات میں زکوٰة و حج و جہاد کے ادا کرنیکی نہ استطاعت نہ قدرت بلکہ آئندہ کو بھی بالکل مایوس

یا عادۃً مایوس ہی یا معاملات میں مزارعت و مساقات مضاربت و تجارت و رہن و اجارہ کی نہ حاجت نہ توقع نہ خیال تو ایسے شخص کو ان عبادات و معاملات کا تعلم کیسا ہی اور انکی تعلم کے لئے اپنے اوقات کو صرف کرنا اور اُنکے لئے سفر کرنا عبادت میں داخل ہی یا مالا یعینہ میں شمار ہوگا اور تعلم علم کی جو فضیلت و تاکید گذری یہ اُس میں داخل ہی یا اُس سے مستثنیٰ ہی۔ حدیث مذکورہ فی الباب سے جو اِس علم زائد اور فاضل عن الحاجۃ کا حکم نکلا وہ یہ ہی کہ علم مطلقاً مفید اور مطلوب ہے غایۃ مافی الباب جو علم اِس خاص شخص کے حق میں ضروری اور کار آمد نہیں وہ اوروں کو پہنچا دے تعلم علم سے فقط عمل ہی مقصود نہیں تبلیغ و تعلیم بھی ایک اہم مقصود ہی۔

خلاصہ یہ ہی کہ مؤلف کو اِس باب سے تبلیغ و تعلیم کی اہمیت اور فضیلت بیان کرنی مقصود ہی جیسا کہ ابواب سابقہ اور لاحقہ سے بھی ظاہر ہوتا ہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الفتیا وھو واقف علی الدابۃ وغیرھا۔

قضا و تعلیم و افتاء وغیرہ امور متعلقہ بالعلم کا مقتضی چونکہ سکون و اطمینان و حُسن ادب ہی اور حضرت امام مالک وغیرہ ائمہ دین سے بھی ایسا ہی منقول ہی تو غیر اطمینانی حالت مثل رکوب و قیام و سیر میں افتاء وغیرہ کی کراہیت کی طرف خیال جا سکتا ہی غالباً ترجمۃ الباب میں اُسکی مدافعت ملحوظ ہی۔

باب من اجاب الفتیا باشارۃ الید والرأس۔

احادیث سے ثابت ہی کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم موقع تعلیم میں کسقدر مبالغہ اور تاکید اور تصریح سے کام لیتے تھے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو لیتہ سکت کہنے کی

نوبت آجاتی تھی اشارہ سے جواب دینا اُسکے خلاف معلوم ہوتا ہی اسلئے مؤلف نے اشارہ کی اباحت ظاہر کرکے بتلادیا کہ "ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد"

باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفد عبد القیس علی ان یحفظوا الایمان والعلم ویخبروا بہ من وراءھم الخ

ظاہر ہی کہ اس ترجمہ سے بھی تبلیغ و تعلیم کی تاکید مقصود ہی اور تعلیم و تبلیغ بدون حفظ ممکن نہین اسلئے حفظ کی بھی تاکید فرمادی اور معلوم ہوگیا کہ اہل علم کو چاہیے کہ متعلم کو حفظ و تبلیغ کی تاکید میں قصور نکریں۔ واللہ اعلم۔

باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ وتعلیم اھلہ۔

مطلب یہ ہی کہ اگر کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آگئی اور حکم معلوم نہیں تو ضرور ہی کہ سفر کرکے عالم سے جاکر معلوم کرے اور اپنی اہل کو بھی تعلیم کرے یہ نہیں کہ سکوت کرکے بیٹھ رہے اس سے بھی تعلم و تعلیم کی تاکید و ضرورت ثابت ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب التناوب فی العلم

مقصد یہ ہی کہ بوجہ مشاغل ضروری اگر فرصت تحصیل علم نہو تو بطریق تناوب علم سیکھنا چاہیے اور عالم کی خدمت میں خود نرہ سکے تو کسی معتمد کے ذریعہ سے اُس سے علم حاصل کری واللہ تعالیٰ اعلم

باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم اذا رأی ما یکرہ۔

احادیث مین منصوص ہی کہ موقع تعلیم و توعیظ میں آپنے رفق و ملایمت کو پسند فرمایا ہی اور خشونت و شدت سے منع کیا ہی جس اعرابی نے مسجد مین پیشاب کردیا تھا اُسکی نسبت بھی آپنے انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین فرمایا ہی۔

اِس ترجمہ سے مقصود یہ ہی کہ امر بالرفق کا مطلب یہ نہیں کہ اسکا خلاف کہیں جائز نہو بلکہ بعض مواقع میں غضب اور شدت مستحسن ہی۔ واللہ اعلم۔

باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفھم عنہ الخ

مطلب یہ ہی کہ جن مواقع میں اعادہ کی حاجت ہوتی اُن میں اعادہ فرماتے ورنہ بعض مواقع میں فقط اشارہ بھی ثابت ہی کما مر سابقا اس سے بھی تعلیم و تبلیغ میں اہتمام کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہی معلم کو چاہیئے کہ مقامات مہمہ کو مکرر سہ کرر اعادہ کرے کہ سامعین کے فہم میں قصور نرہے۔

اِسکے بعد باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ اور باب عظۃ الامام النساء و تعلیمھن یکے بعد دیگرے بیان کئے جنکے اندر کوئی اشکال وابہام نہیں وہی غرض سابق یعنی ضرورت تعلیم اور تعمیم تعلیم مقصود ہی اسی لئے ترجمہ اولے میں اھلہ بڑھادیا حالانکہ حدیث میں صرف اَمتہ مذکور ہی۔

باب الحرص علی الحدیث

یعنی حرص علی الحدیث کی فضیلت اور تحسین بیان کرنی منظور ہی اور حدیث سی حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام مراد ہی ابواب سابقہ اور احادیث ماضیہ میں مطلق علم کا ذکر تھا اب حدیث کی تصریح اور تخصیص مقصود معلوم ہوتی ہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب کیف یقبض العلم۔ وکتب عمر بن عبد العزیز الی ابی بکر ابن حزم

انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء ولا یقبل الا حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیفشوا العلم

ولیجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان العلم لا یھلک حتی یکون سرا۔

مؤلف رحمہ اللہ قبض علم کی کیفیت دکھلانا چاہتا ہی سو حدیث میں صاف موجود ہی۔ لا یقبض انتزاعا ولکن یقبض بقبض العلماء جس سے بالبداہت معلوم ہوگیا کہ عالم سے ذہاب علم کا منشا عدم اشاعت اور عدم تبلیغ ہوگی اگر سلسلہ تعلیم و اشاعت برابر جاری رہی تو یہ نوبت کیسے آئے۔ کما مر فی باب رفع العلم۔

بالجملہ مؤلف کی غرض بلکہ حدیث کا منشا اشاعت علم کی تاکید اور تعمیم ہی عمر بن عبد العزیز کے ارشاد سے ترجمہ کی غرض صاف ظاہر ہوگئی اور ترجمہ سابق کی بھی تشریح ہوگئی اول باب کی تکمیل دوسرے باب میں مؤلف کی عادت ہی کما مر۔ اور ارشاد مذکور سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اشاعت علم کے لئے علماء کو علانیہ مجالس علمی قائم کرنا ضرور ہی اسمیں متعلمین کو سہولت اور وسعت ترغیب و تحریص ہی تخصیصات اور تقلیدات کے ساتھ تعلیم کرنے میں بھی علم کی ہلاکت ہی فالحذر الحذر۔

باب ھل یجعل للنساء یوما علی حدۃ فی العلم

یعنی جو اشخاص مجالس عامہ علمیہ کی شرکت سے معذور ہوں جیسے نساء اُنکی تعلیم و تبلیغ کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے اُنکی حالت کے مناسب خاص اوقات میں علمی باتیں اُنکو پہنچائی جاویں تعمیم تعلیم چونکہ ضروری امر ہی عام خاص خواندہ ناخواندہ مرد عورت سبھی کو حصہ پہنچانا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

باب من سمع شیئا فرجع حتی یعرفه

ظاہر ہی کہ سمجھنے کی غرض سے جو مراجعت ہو اُسکی فضیلت بیان کرنی منظور ہی یا یہ

مطلب ہے کہ مراجعت میں عالم کی سوء ادبی اور متعلم کی تحقیر نہیں اسلئے نہ عالم کو ناگوار ہونا چاہیئے نہ متعلم کو حیا کرنا مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب لیبلغ العلم الشاھد الغائب الخ

اس میں تبلیغ علم کی صریح تاکید اور تعمیم ہی جو مجلس علم میں حاضر ہو اُسکو چاہیئے کہ جو احکام سُنے وہ غائبین کو سُنادے۔ اہل علم پر تبلیغ بالاستقلال لازم ہی جس میں سؤال سائل یا کسی حاجت و ضرورت کا بھی انتظار نہیں۔ اور قلیل یا کثیر جتنا معلوم ہو اُتنے ہی کی تبلیغ کا ذمہ دار ہی۔

باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابواب سابقہ سے تبلیغ و تعلیم و تعمیم و تکثیر معلوم ہوئی اور اسمیں خطرۂ کذب ضرور ہی بالارادہ ہو خواہ بلا ارادہ اسلئے یہ ترجمہ بیان کرکے متنبہ کر دیا کہ تبلیغ و تعلیم میں نہایت احتیاط و اہتمام لازم ہی تخمین و مجازفت سے کام نہ لیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب کتابۃ العلم

حفاظت علم اور بقاء علم اور اشاعت و تبلیغ علم کیلئے کتابت بھی ضروری اور اسہل اور انفع ذریعہ ہی اسلئے باب کتابت العلم منعقد کرکے کتابت علم کا استحسان اور امور علمیہ کا بغرض بقا و حفاظت آپ کے ارشاد سے لکھا جانا ثابت کر دیا بلکہ اشارۃً علماء کو ترغیب الی الکتابت بھی مفہوم ہوتی ہی۔

باب العلم والعظۃ باللیل

ارشاد ابن مسعود یتخولنا بالموعظۃ فی الایام کراہۃ السآمۃ علینا اور حدیث یسروا ولا تعسروا اور ارشاد ابن عباس لا تمل الناس ھذا القرآن الخ سے ظاہر ہی کہ تذکیر و تعلیم میں نشاط سامعین کا لحاظ ضرور ہی اور رات چونکہ نوم

اور راحت کیلئے ہی اس سے رات میں تعلیم و تذکیر کی کراہیت کا خیال ہوتا ہی سو مؤلف نے باب العلم والعظۃ منعقد فرما کر ایسی روایت بیان فرمائی کہ جس سے صاف معلوم ہو گیا کہ عند الضرورت سوتوں کو جگا کر بھی تعلیم و تذکیر لازم ہی۔

باب السمر فی العلم۔ اسکا مطلب بھی یہی ہی کہ سمر بعد العشا کی روایات میں ممانعت موجود ہی مگر حسب حاجت مناسب اوقات سمر فی العلم ثابت اور مسلم ہی اور ممانعت مذکورہ سے خارج ہی۔

اس باب میں دو حدیثیں مذکور ہیں اول حدیث کی مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہی مگر حدیث ثانی عن ابن عباس قال بت فی بیت خالتی میمونۃ بنت الحارث الخ میں کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی شراح نے مختلف تاویلیں بیان فرمائیں مگر محقق حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے غور و تلاش کے بعد کتاب التفسیر میں ایک روایت اسی کے متعلق نکالی جسمیں فتحدث مع اھلہ ساعۃ صریح موجود ہی اب سب تاویلیں بیکار ہیں کما ذکرنا فی الاصول۔

باب حفظ العلم۔ یعنی تعلم کے بعد حفظ اور عدم نسیان میں بھی سعی لازم ہی ظاہر ہی کہ بھلا دینے میں اوّل تو کفران نعمت ہی دوسرے تعلیم و تبلیغ و عمل جملہ امور ضروریہ حفظ پر موقوف ہیں اور روایت اوّل سے معلوم ہو گیا کہ جسقدر علم میں اشتغال کریگا اسی قدر حفظ میں قوت و مدد ہو گی۔ دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہی کہ حافظہ کا قوی ہونا بھی مطلوب و مفید ہی اور ہر چند یہ ایک خلقی امر ہی مگر اسکے لئے مؤیدات و مضرات ضرور ہیں انکی رعایت مستحسن ہی۔

شعر
شکوت الی وکیع سوء حفظی ۔۔۔ فاوصانی الی ترک المعاصی۔

باب الانصات للعلماء۔ حضرت ابن عباس کے ارشاد ولا الفینک

تاتی القوم وھم فی حدیث من حدیثہم فتقص علیہم فتقطع علیھم حدیثہم فتملہم وغیرہ الخ سے قطع حدیث کی ممانعت ظاہر ہوتی ہی اور انصات للعلماء اُسکے مخالف ہی اسلئے مؤلف نے ثابت کردیا کہ تعلیم و تبلیغ کی ضرورت سے اوقات خاصہ میں یہ استنصات مباح اور مستحسن ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب ما یستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم فیکل العلم الی اللہ۔

یعنی عالم سے جب ای الناس اعلم کا سوال کیا جاوے تو انا اعلم کہنا پسندیدہ نہیں اگرچہ اُسکا اُس وقت میں اعلم الناس ہونا محقق ہو بلکہ مستحب یہ ہی کہ اُسکے جواب میں اللہ اعلم کہے۔ چنانچہ حدیث باب سے یہ امر روشن ہی۔

اِس سے مؤلف کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہی کہ علماء کو بالخصوص دربارۂ علم ہر حالت میں تواضع پیش نظر رہنی چاہئے اور اپنے نقصان اور حق سبحانہ کے کمال کا دھیان رکھنا مناسب ہی نیز بڑائی اور عجب کے اسباب چونکہ علماء کو زیادہ میسر ہیں اسلئے بھی علماء کو اس میں پوری احتیاط لائق ہی۔ واللہ اعلم۔

باب من سأل وھو قائم عالما جالسا۔

پہلے باب من برک علی رکبتیہ عند الامام او المحدث گذر چکا ہی اُس سے معلوم ہوا تھا کہ محدث کے سامنے تواضع اور ادب اور اطمینان سے بیٹھنا مناسب ہے اب یہ بتلانا ہی کہ عند الحاجت قائما بھی سوال کرسکتا ہی جلوس و بروک امر ضروری نہیں۔

باب السؤال والفتیا عند رمی الجمار۔

ظاہر ہی کہ وہ وقت مناسک حج کی مشغولی کا ہی سو معلوم ہوگیا کہ عند الضرورۃ ایسے مشاغل کی حالت میں بھی سؤال و جواب میں

کوئی حرج نہیں اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ سوال وجواب قائما میں بھی کوئی تنگی نہیں۔

باب قول اللہ تعالیٰ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ جب کا

علم قلیل ہی تو ہر واحد کے علم کی قلت و حقارت کو اس سے سمجھ لیجیے۔ حکماء نے کہا ہی کہ کتنا ہی بڑا عالم ہو مگر بالبداہت اُسکا جہل علم سے ہمیشہ بڑھا ہوا ہوتا ہی یعنی آدمی کا علم متناہی اور جہل غیر متناہی ہی غرض یہی ہی کہ علماء کو اپنے علم کی قلت اور حقارت ملحوظ رکھنی چاہیے اور خلاف تواضع سے احتراز لازم۔

باب من ترك بعض الاختيار مخافة ان يقصر فهم بعض الناس

عنه فيقعوا في اشد منه۔ یعنی امر مختار کے اظہار میں اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ قاصر الفہم ایسی خرابی میں مبتلا ہو جاوینگے جو امر مختار کے ترک سے زیادہ مضر ہی تو علماء کو چاہیے کہ اُس مختار کو ترک فرمادیں اور غیر مختار کو قائم رکھیں۔

غرض یہ ہی کہ علما کو عوام کی رعایت ضرور ہی اُنکی رعایت کی وجہ سے امر مختار کا ترک کر دینا عین صواب ہی۔

باب من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية ان لا يفهموا

وقال علي حدثوا الناس بما يعرفون اتحبون ان يكذب الله ورسوله۔

ترجمہ کی غرض ظاہر ہی کہ علما کو تعلیم و تبلیغ میں مخاطبین کی رعایت ملحوظ رہے ایسی بات کہ جسکا تحمل مخاطب کا فہم نکر سکے ہرگز نہ کہنی چاہیے جس درجہ کا مخاطب ہو اُس درجہ کی بات کہنی چاہیے ارشاد مرتضوی اسپر دال بالتصریح ہی واللہ اعلم۔

باب الحياء في العلم۔ وقال مجاهد لا يتعلم العلم مستحي ولا مستكبر

وقالت عائشة نعم النساء نساء الانصار لم یمنعهن الحیاء ان یتفقهن فی الدین

مؤلف نے ترجمہ کو مطلق چھوڑا عدم استحباب یا استحباب وغیرہ کچھ نہیں فرمایا بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ عدم استحباب مقصود ہی کما صرح بہ الاعلام اور قول مجاہد اور قول صدیقہ سے بھی یہی ہویدا ہی۔ مگر بعد تأمل یہ معلوم ہوتا ہی کہ مؤلف کے ذہن میں اسکے متعلق کچھ تفصیل ہی اُسکو اشارات سے بتلانا چاہتا ہی اسی لئے ترجمہ کے ساتھ حکم کی تصریح نہیں فرمائی ارشاد ان اللہ لا یستحی من الحق سراسر حق اور مسلّم ہی مگر مؤلف کا مقصود یہ ہی کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ بوجہ حیا علم اور تفقہ سے محروم نہ رہ جاوے یہ مطلب نہیں کہ حیا نکرے اور تعلّم اور تفقہ کے وقت حیا کو پاس نہ آنے دے جو کچھ کہنا ہو بے تأمل کہے۔

خلاصہ یہ کہ ترجمۃ الباب الحیاء فی العلم میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں اصل یہ کہ بوجہ حیا علم و تعلّم سے محروم نہ رہے اور اسمیں کسی کو تأمل نہیں ہوسکتا اسکی تائید کے لئے مؤلف نے ترجمہ کے ذیل میں اثر مجاہد اور اثر حضرت صدیقہ بیان کرکے اسپر قناعت کی دوسرے یہ کہ تعلیم و تعلّم میں بھی حتی الوسع حیا کرنا مستحسن ہی یعنی مواقع حیا میں یہ تو ہرگز نکرے کہ علم ہی سے محروم رہجاوے مگر محرومی سے بچکر جسقدر حیا کرسکے مستحسن ہے الحیاء من الایمان والحیاء خیر کلہ اس جزو میں قدرے خفا ہی اور مؤلف کے طرز سے معلوم ہوتا ہی کہ مقصود اصلی اسی جزو کا بیان کرنا ہی اور اس باب میں جو دو حدیثیں بیان کیں وہ دونوں اسی جزو کی دلیل ہیں اوّل حدیث میں جو قصہ ام سلیم مذکور ہی اُس سے تو بالبداہت ثبوت حیا مکرر اور مکرر ہورہا ہی دیکھئے ام سلیم نے حاضر ہوکر قبل السؤال جو عرض کیا ہی یا رسول اللہ ان اللہ لا یستحی من الحق یہ حیا نہیں تو کیا ہی حضرت ام سلمہ کی نسبت ہی فغطت ام سلمۃ وجهها

آپنے فرمایا تربت یمینك فبم یشبہها ولدها ارشاد تربت یمینك سے حیا نبوی کی نہایت لطیف خوشبو مہک رہی ہی مگر اسی حالت حیا میں تعلیم وتعلم کے فرض کو جس طرح ہو سکا ادا فرمایا اور مقصود کو فوت نہیں ہونے دیا اور ہماری معروضات کے مؤید ایک قوی قرینہ یہ بھی ہی کہ اس باب کے بعد دوسرا باب من استحیا فامر غیرہ بالسؤال منعقد فرماکر روایت حضرت علیؓ کنت رجلا مذاء الخ بیان کی ہی جس سے معلوم ہوگیا کہ بوجہ حیا ترک سؤال میں بھی کچھ حرج نہیں البتہ یہ چاہئے کہ دوسرے کے واسطے سے حکم شرعی سے واقف ہوجاوے علم سے محروم نرہجاوے۔

اب باقی رہی روایت ثانی یعنی روایت ابن عمر جو ابواب العلم میں مکرر گذر چکی ہی۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من الشجر شجرۃ الخ اسکی مطابقت میں شاید کسی کو تردد ہو مگر معروضات سابقہ کے مطابق یہی سمجھ میں آتا ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ کی غرض یہی ہی کہ ابن عمر نے جو بوجہ حیا سکوت فرمایا اور جواب نہیں دیا یہ حیا بھی مستحسن ہی یہ وہ حیا نہیں جو ان اللہ لا یستحیی من الحق یا لا یتعلم العلم مستحی ولا مستکبر کے مخالف ہو اسکے مخالف صرف وہ ہی جو بوجہ حیا علم کو ترک کردے کسی سے سؤال نکرے اور علم سے محروم رہجاوے حضرت ابن عمر کے سکوت میں اسکا احتمال بھی نہیں اوّل تو یہ سکوت عن الجواب ہے عن السؤال نہیں دوسرے ابن عمر جانتے تھے کہ جو واقعی جواب ہے اسکو ہر حال میں آپ ارشاد فرماوینگے جو سب کو معلوم ہوجاویگا۔ باقی حضرت عمر کا ارشاد وہ صرف اپنی مسرت قلبی کا اظہار فرماتے ہیں اس سے سکوت ابن عمر کی کراہیت اور وہ بھی شرعی سمجھنی مستبعد ہی کما قال بعض الاعلام۔ واللہ تعالی اعلم۔

باب ذکر العلم والفتیا فی المسجد

افتاء و تعلیم و قضاء فی المسجد میں تنگی و کراہت کا مظنہ ہے بعض اکابر کے اقوال بھی تنگی کی طرف مشیر ہیں مؤلف رحمہ اللہ کے نزدیک ان امور میں توسع مستحسن ہے اسلئے یہاں بھی اور ابواب قضاء میں بھی توسع کیا۔ واللہ اعلم۔

باب من اجاب السائل باکثر مما سألہ

افسوس کہ یہ متاع گرانمایہ اسی جگہ ختم کرنی پڑی۔ کیونکہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے مسودات میں اسی مقام تک تحریر ہے۔

سید حسین احمد

هو الملهم

اعلم[ف] ان المؤلف رحمه الله مرة يصرح بالترجمة لكن غرضه لا يكون ظاهر العبارة بل ما يثبت بالالتزام او بالاشارة جليا كان او خفيا يظهر مقصوده بعد التامل في احاديث الباب فمن لم يتامل وقنع على الظاهر يقع في التكلف والتخبط مثلا قال رحمه الله باب من ادرك ركعة من العصر قبل الغروب وذكر فيه حديث استيجار اهل الكتابين و استيجار هذه الامة فاشكل التطبيق على الشراح و تكلفوا فيه والتحقيق ان غرض المؤلف من هذه الترجمة بيان اخر وقت العصر فظهر التطبيق فافهم ولو قال باب تاخير العصر الى الغروب كما صرح في الصفحة السابقة باب تاخير الظهر الى العصر ما تكلف احد هذه التكلفات البعيدة وهكذا قال بعد ورقة باب من ادرك من الفجر ركعة فالمقصود منه ايضا بيان آخر وقت الفجر لا ظاهر الترجمة فقط - والله اعلم -

هكذا قال في محل آخر باب ما يقول بعد التكبير وادخل فيه حديث الكسوف ايضا فاشكل التوفيق فتكلفوا والوجه عندنا ان بعد التامل في احاديث الباب يفهم ان غرض المؤلف من هذا الباب اثبات التوسيع في دعاء الافتتاح وتركه راسا وعدم تعيين الدعاء المخصوص لزوما وان الدعاء ثابت بعد التكبير متصلا ومنفصلا فحينئذ ينطبق جميع الاحاديث المذكورة في الباب فافهم والله اعلم وليس غرضه من هذا الباب تعيين الدعاء -

---

ف مسودات میں عربی کی یہ چند سطور بھی ملیں جنکو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہی ۱۲ حسین احمد -

وتارة يذكر الباب بلا ترجمة ويذكر فيه حديثا قال الشراح رحمهم الله يذكرون
في مثل هذا المقام احتمالات اكثرها بعيدة عن شان المؤلف والمؤلف كليهما
كما لا يخفى على المهرة واحسن اعذارهم انه كالفصل من الباب السابق لكن
هذا العذر ايضا لا يتمشى في بعض المواضع مثلا قال في الابواب المتعلقه
باحكام البول باب من الكبائر ان لا يستتر من بوله وذكر فيه حديث نسائين
يعذبان في قبورهما ثم بعده قال باب ما جاء في غسل البول وذكر في الترجمة هذا
الحديث ثم بعد ذلك الباب قال باب بلا ترجمة وذكر فيه هذا الحديث ايضا
فكيف يقال انه كالفصل من الباب السابق لان هذا يمكن اذا يكون الثاني مغائرا
للاول بوجه وههنا لا تغاير اصلا فافهم وعندنا لابد ان يقال ان المؤلف احيانا
يترك الترجمة عمدا ويذكر حديثا ومقصوده اني اخرجت من هذا الحديث حكما
او احكاما فينبغي ان تخرجوا منه حكما غير ذلك بشرط ان يكون مناسبا لتلك
الابواب ويفعل هكذا تشحيذا للاذهان وتنبيها وايقاظا للناظرين كما هو دأبه
في امور كثيرة فعندنا والله اعلم هذا الاحتمال اقوى واليق وانفع مهما امكن نعم
اذا يكون مانع منه في موضع ما فلابد ان يتوجهوا الى الاحتمال الآخر يناسب ذلك
المقام فعلى هذا يقال ههنا مثلا ـ ينبغي ان يكون الترجمة كون البول موجبا لعذاب
القبر وما يماثلها والله اعلم ـ لا يقال ان في ابواب القبر يقول باب عذاب القبر
من الغيبة والبول فيتكرر الترجمة لانا نقول المقصود هناك بيان حكم القبر وههنا
المقصود ذكر حكم البول فاين التكرار ونظائره كثيرة عند المؤلف لا يخفى على
الناظرين مثلا قال في ابواب الايمان اداء الخمس من الايمان ثم قال في ابواب

الخمس اداء الخمس من الدين۔

وهكذا قال المؤلف رحمه الله فی آخر ابواب التيمم باب بلا ترجمة ثم ذكر حديث عمران بن حصين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رای رجلا معتزلا لم يصل فی القوم فقال يا فلان ما منعك ان تصلی فی القوم فقال يا رسول الله اصابتنی جنابة ولا ماء قال عليك بالصعيد فانه يكفيك فعلى ماذكرنا سابقا يفهم من التراجم المذكورة فی هذه الابواب ان الترجمة ههنا ينبغی ان يكون اذا لم يجد الجنب ماء يتيمم ولا حاجة الى سهو الناسخين وعدم توفيق المؤلف رحمه الله

وتارة يذكر بابا مع الترجمة لكن لا يذكر حديثا عكس الصورة الاولى وفيه وجهان مرة يذكر تحت الترجمة آية او حديثا او قولا من الصحابة والتابعين دالا على الترجمة وهو كثير ومرة لا يذكر شيئا منها ايضا كما لا يذكر حديثا مسندا بل يذكر الترجمة فقط فيحمله الشراح على سهو الناسخين وسهو المؤلف وعدم تيسر ارادته بوجه من الوجوه ولا يخفى استبعاده والتحقيق عندنا فی هذه المواضع التفصيل اما الصورة الاولى فظاهر ان الترجمة مدلل بالآية او الحديث وغيرهما المذكورة فی ذيل الترجمة فالترجمة ثبتت ما تركها غير ثابتة واكتفى المؤلف على هذا القدر بوجه ما اما لان حديثا على شرط المؤلف ليس عنده واما القصد للتمرين واما الصورة الثانية فلا يختارها المؤلف الا فی موضع يكون دليل الترجمة مذكورا قبلها فی الباب السابق او بعدها مع ان هذه الصورة قليلة جدا فلا يكون الترجمة غير ثابتة بل ثابتة بالدليل المذكور فی الكتاب وان لم يذكر مع الترجمة لقصد التمرين والتنبيه وغيرها من الاسباب نعم وجدنا فی جملة الكتاب بابا او بابين جعل رحمه الله

الآية فيه ترجمة واكتفى عليها لم يذكر معها حديثا ولا قولا فالاولى فيه ان يقال لما جعل الترجمة آية القرآن وهو دليل فوق جميع الادلة فهذه الترجمة دعوى دليلها معها لا يحتاج الى دليل آخر فاكتفى عليها فلا يقال الدعوى بقيت بلا دليل ولا يحتاج الى ان يجعل حديثا او قولا المذكور في الابواب السابقة او اللاحقة دليلا لها والله اعلم هذا ما عندنا من التفصيل فعليك بالتامل الصادق والانصاف اللائق فان كان حقا فمن العزيز الرحيم والا فمني ومن الشيطان الرجيم۔

فہرس الابواب والتراجم

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے مسودات میں ایک فہرست بھی ملی جنکو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ تراجم بخاری کے متعلق آپکے خیالات اگرچہ پورے ظاہر نہو سکے لیکن اس فہرست میں اکثر حصہ بطور خلاصہ ضرور آگیا ہے۔

اسکے تین حصے ہیں پہلے دو حصوں میں صـ کے بالائی ہندسہ سے صفحہ کا نمبر مراد ہے اور اس کے نیچے والے ہندسہ سے جلد کا نمبر مراد ہے مثلاً باب فضل الصدقۃ من کسب کے بعد صـ ۱۶/۱ موجود ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ باب بخاری جلد اوّل کے صـ ۱/۱۶ میں ہے یہی حال دوسرے حصہ مسمّٰی بتراجم غیر مجردہ کا ہے۔

تیسرے حصہ "ابواب بلا ترجمہ" میں آپ کسی باب کے بالمقابل سنـ اور کسی باب کے سامنے سنـ دیکھیں گے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے تفصیل کے وقت بیان فرمانے کیلئے انکو بطور رموز لکھ لیا تھا یعنی جس باب کے سامنے سنـ ہے اسکے متعلق آپ کی رائے یہ تھی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کا ترجمہ بغرض تمرین وتشحیذ اذہان ترک فرمایا ہے اور جس باب کے سامنے سنـ ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ اسکا ترجمہ بوجہ تعلق بالمقدم ترک کیا گیا ہے۔ اس مسودہ میں ایک جگہ شـ بھی موجود ہے جس پر "خطا" لکھا ہوا ہے لیکن اس فہرست میں کسی باب کے سامنے اس قسم کا نشان موجود نہیں ہے۔

جسکا مطلب تو ظاہر ہی کہ جس باب کے سامنے یہ امر ہوگا اُس سے خطا اور غلطی مراد ہوگی لیکن یہ کہ کسکی خطا مراد ہوگی اِسمیں ہمارا ذہن اس طرف جاتا ہی کہ خطا ناسخین مراد ہوگی اور اس تیسرے حصہ میں جلد کا نمبر صفحہ کے سامنے ہی اور صفحہ کے نیچے بتایا ہی کہ کن ابواب میں یہ باب بلا ترجمہ ہی۔

میں ابتدا میں عرض کر چکا ہوں کہ زمانہ اسارت میں حضرت شیخ الہند کے پاس بخاری کا نسخہ مطبوعہ مصر تھا اسلئے اس میں جو کچھ بھی تحریر فرمایا گیا ہی وہ اُسی نسخہ سے ہی۔

اس فہرست کے چند ابواب کے صفحات تحریر نہیں فرمائے گئے ہیں۔ وجہ تو ظاہر ہی۔ یہ کسیقدر سہل تھا کہ بخاری مطبوعہ مصر کو دیکھکر میں لکھدیتا لیکن اس میں اول تو یہ رائے قائم کرنا دشوار تھی کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی رائے اس متروک الترجمہ باب کے متعلق کیا تھی۔ اسکو متروک بقصد تمرین سمجھتے تھے یا بوجہ تعلق بالمقدم۔ دوسرے یہ کہ خود اپنی ہیچمدانی نے اس کی ہمت بھی نہونے دی کہ میں آپ کی تصنیف میں کسی طرح کا تصرف کروں۔

بالجملہ یہ رسالہ اس ناتمامی کی حالت میں بھی اگر بدر کامل کا کام نہ دیگا تو وہ روزہ ضرور ثابت ہوگا

حسین احمد مہاجر مدنی"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست تراجم

تراجم مجردہ محضہ

باب فضل الصدقة من کسب	صفحہ ۱۶۱/۱	باب اذا اعتق عبداً بینہ بین آخر۔	صفحہ ۹۹/۴
باب التعجیل الی الموقف۔	صفحہ ۱۹۰/۱	باب میراث العبد النصرانی ومکاتب النصرانی واثم من انتفی من ولده	صفحہ ۱۰۴/۴
باب الخروج فی الفزع وحده	صفحہ ۱۰۱/۲		
باب جوائز الوفد۔	صفحہ ۱۰۹/۲	باب عمود الفسطاط تحت الوسادتا	صفحہ ۱۳۰/۴
باب ذکر مصعب بن عمیر۔	صفحہ ۱۸۵/۲	باب اثم من قذف مملوکہ لیس فی محلہ	صفحہ [illegible]/۴

تراجم مجردة لكن جعل الآية ترجمة

باب	صفحه	باب	صفحه
باب قول الله تعالى وابتلوا اليتامى الخ	۸/۲	باب واضرب لهم مثلا اصحاب القرية الخ	۱۵۳/۲
باب واذ صرفنا اليك نفرا من الجن	۱۳۶/۲	باب قول الله تعالى ومن لم يستطع منكم الى غفور رحيم	۱۱۱/۲
باب قول الله تعالى واذ قال ابراهيم رب اجعل الخ	۱۸۲/۱	باب قول الله تعالى يا ايها الذين امنوا الخ	۱۱۴/۲
باب واذ بوأنا لابراهيم الخ	۱۹۵/۱	باب قول الله تعالى وما كان لمؤمن ان يقتل الخ	۱۱۵/۲
باب قول الله تعالى واذكر في الكتاب موسى الخ	۱۱۷/۲	باب واذ قال موسى لقومه ان الله الخ	۱۵۰/۲
باب ان قارون كان من قوم موسى الخ	۱۵۱/۲	باب ام حسبت ان اصحاب الكهف والرقيم۔	۱۵۷/۲
باب واسئلهم عن القرية التي الخ	۱۵۱/۲	باب قوله ولو انهم صبروا الخ	۱۱۷/۲

تراجم غير مجردة

التي ليس فيها حديث مسند لكن ذكر في الترجمة آية او حديثا او اثرا

باب	صفحه	باب	صفحه
باب كيف كان بدء الحيض۔	۴۱/۱	باب الاهلال من البطحاء الخ۔	۱۸۹/۱
باب استواء الظهر في الركوع۔	۹۴/۱	باب اذا وقف في الطواف۔	۱۸۵/۱
باب يستقبل باطراف رجليه القبلة۔	۹۷/۱	باب صدقة الكسب والتجارة۔	۱۶۵/۱
باب صلوة الطالب والمطلوب راكبا وايماء	۱۱۱/۱	باب من استاجر اجيرا فبين له الاجل الخ	۳۱/۲
باب من صفق جاهلا من الرجال الخ۔	۱۳۸/۱	باب في الشرب۔	۳۱/۲
باب الرياء في الصدقة۔	۱۶۱/۱	باب من اخر الغريم الى الغد الخ۔	۳۶/۲
باب لا يقبل الله صدقة من غلول۔	۱۶۱/۱	باب الانتصار من الظالم۔	۴۱/۲
باب صدقة العلانية۔	۱۶۴/۱	باب عفو المظلوم۔	۴۲/۲
باب صدقة السر۔	۱۶۲/۱	باب اماطة الاذى۔	۴۳/۲
باب المنان بما اعطى۔	۱۶۳/۱	باب ما جاء في البينة على المدعي۔	۶۱/۲
باب المحصر وجزاء الصيد۔	۲۰۳/۱	باب اذا وقف شيئا فلم يدفعه الى غيره۔	۷۹/۲
باب قول النبي صلى الله عليه وسلم اذا توضأ فليستنشق بمنخره الماء	۲۱۷/۱	باب اذا قال داري صدقة لله	۸۰/۲
باب امر النبي صلى الله عليه وسلم اليهود ببيع ارضهم	۱۸/۲	باب قول الله تعالى ويسئلونك عن اليتامى	۸۱
باب من رمى جمرة العقبة ولم يقف	۱۹۸/۱	باب من غزا وهو حديث عهد بعرسه	۱۰۲/۲

باب من اختار الغزو بعد البناء۔	صفحہ ۱۰۱/۲
باب فامّا منّا بعد و امّا فداء۔	صفحہ ۱۰۵/۲
باب هل للاسیران یقتل و یخدع الخ	صفحہ ۱۰۵/۲
باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للیهود اسلموا تسلموا	صفحہ ۱۱۰/۲
باب ما یعطی للبشیر۔	صفحہ ۱۱۲/۲
باب اذا قالوا صبأنا الخ۔	صفحہ ۱۲۴/۲
باب الموادعة من غیر وقت۔	صفحہ ۱۲۶/۲
باب فی النجوم۔	صفحہ ۱۲۷/۲
باب خلق آدم و ذریته۔	صفحہ ۱۳۸/۲
باب قوله تعالیٰ ولقد ارسلنا نوحا الخ۔	صفحہ ۱۴۰/۲
باب و ان الیاس لمن المرسلین۔	صفحہ ۱۴۰/۲
باب قصة اسحٰق بن ابراهیم۔	صفحہ ۱۴۶/۲
باب و اذا جاءهم امر من الامن الخ	صفحہ ۷۵/۳
باب الذین استجابوا للہ والرسول الخ	صفحہ ۷۱/۳
باب هلم شهداءكم۔	صفحہ ۹۰/۳
باب تفسیر سورة المائدہ۔	صفحہ ۷۶/۳
باب قال ابن عباس الخ۔	صفحہ ۹۰/۳
باب قوله واعبد ربك الخ	صفحہ ۶۱/۳
باب ما یحل من النساء وما یحرم	صفحہ ۱۲۹/۳
باب قول اللہ عزوجل ولا جناح علیکم فیما عرضتم الخ	صفحہ ۱۵۱/۳
باب العدل بین النساء۔	صفحہ ۱۶۰/۳
باب اذا قال فارقتك الخ۔	صفحہ ۱۶۵/۳
باب لا طلاق قبل النکاح۔	صفحہ ۱۶۶/۳
باب اذا قال لامرأته وهو مکره الخ	صفحہ ۱۶۶/۳
باب الظهار۔	صفحہ ۱۶۹/۳۰
باب واللائی یئسن الخ۔	صفحہ ۱۷۲/۳
باب قوله تعالیٰ والمطلقات الخ	صفحہ ۱۷۲/۳
باب وقال اللہ تعالیٰ والوالدات یرضعن الخ	صفحہ ۱۷۶/۳
باب الطاعم الشاکر الخ۔	صفحہ ۱۸۵/۳
باب اکل المضطر۔	صفحہ ۱۹۳/۳
باب رفع الایدی فی الدعاء۔	صفحہ ۶۵/۴
باب الدعاء اذا هبط وادیا۔	صفحہ ۶۸/۴
باب رؤیا یوسف۔	صفحہ ۱۲۷/۴
باب رؤیا ابراهیم۔	صفحہ ۱۲۷/۴
باب متی یستوجب الرجل القضاء۔	صفحہ ۱۴۴/۴
باب ذکر اللہ بالامر الخ	صفحہ ۱۸۳/۴
باب فضل العلم۔	صفحہ ۱۳/۱
باب ما جاء فی العلم	صفحہ ۱۴/۱
باب العلم قبل القول والعمل	صفحہ ۱۵/۱
باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ اذا قمتم الخ	صفحہ ۲۵/۱

ابواب بلاترجمہ

باب	صفحہ ۷ ایمان	۱	ـــ	باب	صفحہ ۴۵ حیض	۱	ـــ
باب	صفحہ ۱۲ ایمان	۱	ـــ	باب	صفحہ ۴۸ تیمم	۱	ـــ
باب	صفحہ ۳۱ وضو	۱	ـــ	باب	صفحہ ۵۷ مواضع الصلوٰة	۱	ـــ
باب	صفحہ ۳۴ فی احکام البول	۱	ـــ	باب	صفحہ ۶۰ صلوٰة	۱	ـــ

باب	صفحہ ۶۴ ابواب السترة	۱	ـنـ	باب	صفحہ ـــ مغازی	۳	[illegible]
باب	صفحہ ۹۵ رکوع	۱	ـنـ	باب	صفحہ ۱۶ مغازی	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۱۰۴ جمعہ	۱	ـنـ	باب	صفحہ ۳۹ مغازی	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۱۱۱ صلوة الخوف	۱	ـنـ	باب	صفحہ ۴۰ مغازی	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۱۳۲ صلوة الليل	۱	ـنـ	باب	صفحہ ۵۶ مغازی	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۱۴۷ جنائز	۱	ـنـ	باب	صفحہ ۶۰ مغازی	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۱۵۵ جنائز	۱	ـنـ	باب	صفحہ ۶۶ شهادات	۲	ـنـ
باب	صفحہ ۶۲ زکوة	۱	ـنـ	باب	صفحہ ۲۱۲ فضائل مدينة	۱	ـنـ
باب	صفحہ ۱۷۵ حج	۱	ـنـ	باب	صفحہ ۶۰ مغازی	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۲۱۲ فضائل المدينة	۱	ـنـ	باب	صفحہ ۱۳۳ سورہ اقرأ	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۲۱۸ صوم	۱	ـنـ	باب	صفحہ ۱۵۴ نکاح	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۲۹ مزارعة	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۱۵۹ نکاح	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۳۰ مزارعة	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۱۶۸ طلاق	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۳۱ مزارعة	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۱۸۳ بیاض فی الاصل	۳	ـنـ
باب	صفحہ ۴۱ لقطہ	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۸ طب	۴	ـنـ
باب	صفحہ ۶۰ هبہ	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۲۲ لباس	۴	ـنـ
باب	صفحہ ۶۷ شهادات	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۶۳ دعوات	۴	ـنـ
باب	صفحہ ۱۰۶ جهاد	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۸ رقاق	۴	ـنـ
باب	صفحہ ۱۵۰ بدء الخلق	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۱۳۹ فتن	۴	ـنـ
باب	صفحہ ۱۵۷ ذکر بنی اسرائیل	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۱۴۴ حیل	۴	ـنـ
باب	صفحہ ۱۶۰ مناقب	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۱۳۹ فتن	۴	ـنـ
باب	صفحہ ۱۶۱	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۱۴۴ فتن	۴	ـنـ
باب	صفحہ ۱۶۴ مناقب	۲	ـنـ	باب	صفحہ ۱۵۱ احکام	۴	ـنـ
باب	صفحہ ۱۶۵ فضائل ابی بکر	۲	ـنـ	باب	صفحہ ـــ	۴	
باب	صفحہ ۱۸۴ مناقب اسامہ	۲	ـنـ	باب	صفحہ ـــ	۴	
باب	صفحہ ۲۰۶ هجرة النبي صلى الله عليه وسلم	۲	ـنـ	باب	صفحہ ـــ	۴	
باب	صفحہ ۳ مغازی	۳	ـنـ	باب	صفحہ ـــ	۴	
باب	صفحہ ۵ مغازی	۳	ـنـ	تمت			

(یہ کتاب ۱ سے ۸۰ اور ۱ سے ۲۷ صفحہ تک مطبع مدینہ اخبار بجنور (یو۔پی) میں چھپی ہے)

ضروری اعلان

قطب العالم حضرت مولانا شیخ الہند نور اللہ مرقدہ

کی یادگار اسیری مین سے پہلی تصنیف جو شائع کیجاتی ہے وہ

کتاب الابواب والتراجم ہے۔ اسکی اشاعت سے تین چیزین مقصود ہین اوّلؔ

حضرت قطب العالم قدس سرہ العزیز کے علوم و معارف کی اشاعت۔ دوؔم مالٹا کے

زمانۂ اسیری کی یادگار کی حفاظت۔ سوؔم مخدوم زادونکی خدمت۔ بجز انکے کوئی اور شخص

اس کے مالی منافع سے مستفید نہ ہوگا۔ کاغذ و سامان طباعت کی گرانی کی وجہ سے

عہ/ روپیہ قیمت رکھی گئی ہے۔ جن حضرات کو جسقدر نسخے مطلوب ہون بہت جلد

مذکورۂ ذیل پتہ سے طلب فرمائین شاید تاخیر کیوجہ سے طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے

محمد عزیر گل خادم آستانہ شیخ الہند، دیوبند

ضلع سہارنپور (یوپی)

الابواب والتراجم

فن حدیث کو

بنظر تعمق دیکھنے والے حضرات

جانتے ہیں کہ کتب حدیث میں بخاری شریف کس پایہ کی
کتاب ہی اُسکے بہت سے مباحث معرکۃ الآراء ہیں۔ جن میں ابواب وتراجم
بھی از سلف تا خلف زیر بحث رہے ہیں علمائے کبار نے اس میں عرقریزیاں کی
ہیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ العزیز بھی انکا خاص اہتمام
فرمائے تھے۔ بزمانہ اسارت مالٹہ آپنے اِن کو شروع فرمایا اور جو کچھ آپنے ارقام فرمایا
تھا وہ بجنسہٖ طبع کیا گیا چونکہ مشیت ایزدی میں اسکا اتمام مقدر نہ تھا لہذا یہ گوہر بے بہا ناتمام ہی
خداوند عالم نے اسکی اشاعت کی توفیق دی اور آج اس کو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہی
اسکی قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک رکھی گئی ہی اور جسقدر نسخے مطلوب
ہوں خاکسار سے منگوائے جاسکتے ہیں۔ زیادہ مقدار میں خریداری کا معاملہ
بذریعہ خط وکتابت کے طے کیا جاوے لیکن یہ واضح رہی کہ اسکے
حقوق طبع محفوظ ہیں کوئی صاحب طبع کا ارادہ
نفرمائیں

خاکسار

(مولوی) عزیر گل کاکاخیل خادم

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ

دیوبند

درخواستیں اس پتہ پر آنی چاہئیں:۔ مولوی عزیر گل آستانہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ
دیوبند۔ ضلع سہارنپور